صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

صفر - ربیع الأوّل ۱۴۴۵ھ • ستمبر - اکتوبر ۲۰۲۳ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل۔ بی۔ ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

قرآن کتابِ ہدایت ہے

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ ۝٢ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ﴾ [البقرة:۱-۳] ''الم، اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ نماز کو (اس کے آداب کے ساتھ) قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

قارئین کرام! قرآن مجید ہدایت ونور کا سرچشمہ ہے اور زندگی کے جملہ معاملات کا حل ہے جو اس کے حقوق کو پورا کئے بغیر ممکن نہیں، قرآن مجید ایک ایسی بے نظیر و بے مثال کتاب ہے کہ اس کی قدر و منزلت و مرتبہ کا ادراک عام انسانی ادراکات کی سطح سے اس قدر ماوراء ہے کہ فکر انسانی اس کے لئے خود قرآن مجید کی بیان کردہ تمثیلات اور سرورِ کائنات کے فرمودات پر انحصار کرتی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید اللہ کی رسی ہے جو کائنات کی رشد وہدایت کے لئے اللہ نے زمین میں بھیجی ہے۔ (الصحیحہ: ۲۰۲۴)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ مَنِ اسْتَمْسَكَ بِهِ وَأَخَذَ بِهِ، كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ**''. (صحیح الجامع: ۱۳۵۱) ''خبردار اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے پاس اللہ کا پیغمبر آئے اور میں اس پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اللہ سے جاملوں اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جن میں سے پہلی اللہ کی کتاب (قرآن مجید ہے) جس میں ہدایت اور نور ہے جس نے اس کا تمسک کیا اور اس پر عمل کیا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے (اس کے تمسک اور عمل کرنے میں) غلطی کی وہ گمراہ ہوگا پس کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کا تمسک کرو''۔

اور اس کتاب ہدایت (قرآن مجید) کا نزول سرزمین مکہ میں اس وقت ہوا جب انسانیت دم توڑ چکی تھی، سعادت وشقاوت کا معیار بدلا ہوا تھا اور دنیا حقیقی ہدایت ورہنمائی کو ترس گئی تھی ایسے میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر احسان عظیم فرمایا اور ابدی ولازوال نعمت (بشکل قرآن) نازل فرمایا اور کہا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [یونس: ۵۷] ''اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے''۔ اس آیت میں قرآن کے چار اوصاف بیان کئے گئے

ہیں:

(ا) موعظت: یعنی دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے ان تمام باتوں کی ترغیب دیتا ہے جو خیر وحق کی باتیں ہیں اور ان تمام باتوں سے روکتا ہے جو شر اور بطلان کی باتیں ہیں کیونکہ عربی میں ''وعظ'' کا مفہوم صرف نصیحت ہی نہیں ہے بلکہ ایسی نصیحت جو مؤثر دلائل اور دلنشیں اسالیب کے ساتھ کی جائے۔

(ب) ''شفاء لمافی الصدور'': دل کی تمام بیماریوں کے لئے نسخۂ شفاء ہے، جو فرد اور گروہ بھی اس نسخے پر عمل کرے گا اس کے قلوب ہر طرح کے مفاسد اور رذائل سے پاک ہوجائیں گے۔ یاد رہے کہ عربی میں قلب ،فواد، اور صدر کے الفاظ جب کبھی ایسے موقع پر بولے جائیں جیسا کہ یہ موقع ہے تو ان سے مقصود انسان کی معنوی حالت ہوتی ہے یعنی ذہن وفکر کی قوت، عقلی ادراک، جذبات وعواطف، اخلاق و عادات، اندرونی حسیات، وہ عضو مقصود نہیں ہوتا جو فن تشریح کا دل اور سینہ ہے، پس دل کی شفاء کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی فکری اور اخلاقی حالت کے جس قدر مرض ہوسکتے ہیں ان سب کے لئے یہ نسخۂ شفاء ہے۔

(ج) یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

(د) یقین کرنے والوں کے لئے پیام رحمت ہے۔ یعنی ظلم وقساوت اور بغض وتنفر سے دنیا کو نجات دلاتا اور رحم ومحبت اور امن وسلامتی کی روح سے معمور کرتا ہے۔ یہ قرآن کے اوصاف کا محض مدعیانہ اعلان ہی نہ تھا بلکہ اس کی صداقت کی سب سے بڑی مؤثر دلیل بھی تھی اگر ایک شخص دعویٰ کرے کہ وہ طبیب ہے تو سب سے زیادہ سہل اور قطعی طریقہ اس کے دعویٰ کی جانچ کا یہ ہوگا کہ دیکھا جائے کہ اس کے علاج سے بیماریوں کو شفاء ملتی ہے کہ نہیں اگر تم دیکھو کہ موت کے آغوش میں پہنچے ہوئے بیمار اس کے شفاء خانے میں داخل ہوئے اور تندرست ہوکر نکلے تو تم یقینا تسلیم کرلو گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے، قرآن نے بھی جا بجا یہی جانچ منکروں کے سامنے پیش کی ہے اس نے کہا میں نسخۂ شفاء وہدایت ہوں اور ثبوت میں مؤمنوں اور متقیوں کی جماعت پیش کردی جو اس کے دارالشفاء میں تیار ہوئی تھی کہ دیکھ لو یہ تندرست ہوگئے ہیں کہ نہیں۔

آج بھی اس کی یہ دلیل اسی طرح قاطع ہے جس طرح عہد نزول میں تھی اگر اس نے عرب جاہلیت کے مریضان روح ودل میں سے ابوبکر، عمر، علی، خالد، سلمان، ابوذر رضی اللہ عنہم وغیرہم جیسی تندرست روحیں پیدا کردی تھیں تو کیا اس کے نسخۂ شفاء ہونے میں شک کیا جاسکتا ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ، ترجمان القرآن ج سوم ص: ۵۲۲-۵۲۴)

اگر لوگ یقین کامل کے ساتھ صحیح طریقے سے اس کتاب کو سمجھیں اور اس کے معانی ومطالب سے آگاہی حاصل کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں تو یہ کتاب (قرآن مجید) ان کے لئے رُشد وہدایت ہے، مگر جب لوگوں نے قرآن فہمی سے اعراض کیا اور صرف اس کے الفاظ کی تلاوت پر اکتفا کرنے لگے اس وقت سے مسلم معاشرہ ہر طرح کے بگاڑ وفساد کا شکار ہوگیا۔ ہر طرف اختلافات، برائیاں اور ظلم وستم ہیں ہر شخص پریشانیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے کراہ رہا ہے اس واسطے کہ قرآن کریم کو اللہ نے کتاب ہدایت بنایا تھا مگر لوگوں نے اسے صرف ''کتاب تبرک'' بنا کر چھوڑ دیا۔

اخیر میں اللہ سے دعاء ہے کہ ہمیں اس کتاب (قرآن) کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ پڑھنے اور ان میں غور وفکر کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

حلقۂ حدیث

قرآن مجید چھونے کے لئے طہارت شرط ہے

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: "أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ". رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا، وَوَصَلَهُ النَّسَائِيُّ، وَابْنُ حِبَّانَ، وَهُوَ مَعْلُولٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (احکام کی) جو تحریر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دی تھی اس میں تحریر تھا کہ قرآن پاک کو پاکیزہ انسان ہی (جس نے وضو کیا ہو) ہاتھ لگائے۔ (اسے امام مالک نے مرسل روایت کیا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے موصول بیان کیا ہے۔ (دراصل یہ حدیث معلول ہے۔)

تخریج حدیث:

الموطا لامام مالک: القرآن/ باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن: 1 / 199 ۔اس حدیث کی صحت کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے کچھ لوگوں نے اسے غیر صحیح قرار دیا ہے تو کچھ لوگوں نے اسے صحیح بتلایا ہے۔مثلا: امام حاکم، ابن حبان، امام بیہقی اور امام احمد وغیرہم۔علامہ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔(ارواء الغلیل ح:۱۲۲،صحیح الجامع الصغیر ح:۷۷۸۰)،سنن دارقطنی میں بھی اس کی شاہد موجود ہے۔(سنن دارقطنی:۱/۱۶۶ح:۴۲۸ شرکۃ القدس)،شیخ عبداللہ بسام نے بھی صحیح کہا ہے۔(توضیح الاحکام:۱/۳۱۱)

راویٔ حدیث:

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ ہیں، یہ عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری رحمہ اللہ مدنی قاضی ہیں، مشہور تابعی ہیں۔ ۱۳۵ھ/ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس تھی۔(تہذیب التہذیب:۵/۱۶۴ رقم: ۲۸۱،دارصادر بیروت،الجرح والتعدیل ۵/۱۷،رقم:۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے عمرو بن حزم بن یزید خزرجی نجاری مراد ہیں۔ ابوضحاک ان کی کنیت ہے۔ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نجران کی طرف عامل بنا کر اس لئے بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو دینی احکام ومسائل کی تعلیم دیں اور قرآن مجید پڑھائیں، نیز لوگوں سے صدقات کی وصولی کے لئے حسابات ونصابات تحریر کرکے ان کے سپرد کئے۔ اس تحریر میں فرائض، سنن، صدقات

اور دیت کی تفصیلات تھیں۔اسی مکتوب کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ۵۰ ؍ہجری کے بعد مدینہ میں وفات پائی۔
(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ: ۴؍۲۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

فوائد ومسائل:

1۔حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر پاکی کے قرآن مجید کا چھونا حرام ہے۔

2۔اس حدیث سے قرآن کی عظمت اور اس کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے،اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا احترام واجب ہے نہ تو اسے ناپاکی کی حالت میں چھوا جائے اور نہ اسے ناپاک جگہ پر رکھا جائے۔

3۔اس حدیث میں وارد لفظ "طاہر" کے کئی معانی ذکر کئے گئے ہیں:

(الف)طاہر سے مراد مؤمن ہے،ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾[سورہ توبہ:۲۸]اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن ہر حال میں پاک ہی رہتا ہے اس لئے مؤمن خواہ بے وضوء ہو یا جنبی، ہر حال میں قرآن پکڑ سکتا ہے۔علامہ البانی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔(تمام المنۃ:ص:۱۱٦)

(ب)طاہر سے مراد نجاست سے پاک ہونا ہے۔جیسا کہ بلی کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے:"إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ"(سنن ابی داود ح:۷۵)

(ج)طاہر سے مراد جنابت سے پاک ہونا ہے۔جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ عَلَى كُلِّ حَالٍ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا".(سنن ترمذی ح:۱٤٦)

(د)طاہر سے باوضوء ہونا مراد ہے۔جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ".(صحیح بخاری ح:٦۹٥٤،صحیح مسلم ح:۲۲٥)۔(توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام:۱؍۱۳۳-۱۳۴)۔اور اکثر اہل علم نے یہی معنیٰ مراد لیا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اگر انسان کو حدث اکبر،یعنی جنابت وغیرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں قرآن مجید کو چھونا، ہاتھ لگانا ممنوع اور ناجائز ہے۔بے وضو ہونے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ باوضو ہوکر ہی ہاتھ لگایا جائے۔

مستفاد از:

1۔فقہ الاسلام عبد القادر شیبۃ الحمد
2۔سبل السلام للصنعانی
3۔منحۃ العلام شرح بلوغ المرام:عبداللہ بن صالح الفوزان
4۔تحفۃ الکرام شرح بلوغ المرام للدکتور محمد لقمان السلفی
5۔توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام: شیخ عبداللہ بسام۔

اداریہ

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

مدیر

آج کمپٹیشن اور مسابقے کا دور ہے اور جدید ٹیکنالوجی اور وسائل نے اسے اور بھی آسان اور مفید بنا دیا ہے، مسابقاتی دنیا میں جہاں مال وزر کمانے، بڑی بڑی کمپنیاں قائم کرنے ،ملکوں کی طاقت بڑھانے اور نت نئے انداز میں اپنے اپنے مفادات کو بام عروج تک لے جانے کی کاوشیں ہو رہی ہیں تو وہیں تعلیم وتعلّم اور ریسرچ وتحقیق کے میدان بھی اس سے سجے ہوئے ہیں، عالی شان یونیورسٹیاں اور ان کا نصاب تعلیم اور وہاں دن رات چلنے والے مسابقاتی پروگرام، علمی کمپٹیشن اور انعامی مقابلہ جات کے ذریعے طلبہ اور متعلمین کے ذہنوں کو مہمیز دے کر انہیں اپنے اپنے فیلڈ میں آگے بڑھایا جا رہا ہے، سائنسی دور میں آج ہر ملک چاند پر کمندیں ڈالنے اور اپنے اپنے سیٹلائٹس اور ڈرون بھیجنے اور اتارنے کی پیہم تگ و دو اور ایک دوسرے سے آگے جانے کی کوشش میں ہے، جوہری وایٹمی توانائیوں سے اپنی اپنی فوجوں کو لیس کرنے کے لیے دنیا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور جدید جنگی طیارے، راڈار و میزائل اور دیگر ڈیفنس سسٹم میں ایک دوسرے کو شہ مات دینے کی ہوڑ دکھائی دیتی ہے، مارکیٹنگ اور تجارت و بزنس کے میدان میں اپنے اپنے پروڈکٹ اور سامان کی فروخت کے لیے جدید وسائل ابلاغ ،فیس بک، واٹس ایپ اور دیگر ویب سائٹوں کو استعمال کر کے ہر کمپنی اپنے پروڈکٹس کو گراہکوں تک پہنچانے میں دوسروں پر سبقت کی خواہاں اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر میدان تجارت میں سرگرم عمل ہے غرضیکہ کمپٹیشن اور مقابلے کے اس دور میں سبزی، کپڑے، جوتے چپل سے لے کر کھانے پینے کے چھوٹے چھوٹے سامان بنانے اور بیچنے اور گاہکوں کو رجھانے کے لیے مسابقہ جاری ہے، اس لیے موجودہ مقابلہ جاتی دنیا میں اصحاب علم اور ذمہ داران مساجد و مدارس اور دینی تعلیم گاہوں اور اس کے مراکز کو چاہیے کہ ملت اسلامیہ کے نونہالوں کو بھی اس مسابقاتی دنیا میں مہمیز دینے کے لیے طرح طرح کے علمی، اصلاحی اور دینی واسلامی کمپٹیشن منعقد کریں تاکہ طلبہ علم سے لیس ہو کر میدان عمل میں امت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کر سکیں اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ مسابقے اور مقابلہ آرائی اور اس کے انعام واعزاز اور اہل علم اور طلبہ کی تشجیع اور حوصلہ افزائی کا یہ سلسلہ عہد نبوی سے جاری و ساری ہے، پیارے نبی ﷺ تو صحابہ کرام کو گھوڑ سواری اور تیر اندازی میں بھی مقابلہ آرائی پر ابھارتے اور شرکائے صحابہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ،ایک بار آپ ﷺ نے خود گھوڑا دوڑانے اور اس کے ریس میں بنفس نفیس اماں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مقابلہ رکھ ڈالا، بعد کے ادوار میں یہ سلسلہ پیہم جاری رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے تو کتاتیب اور مدارس و مساجد کے حجروں میں

پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ اور معلمین قرآن کو بیت المال سے بھاری وظائف دیا کرتے تھے اور ان کی کفالت، پرورش اور حوصلہ افزائی کا بھرپور انتظام فرمایا کرتے تھے۔ بنا بریں انھیں حسین بنیادوں پر عہد خلافت راشدہ سے لے کر آج تک طلبہ اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف طریقے اور وسائل پر یہ امت عمل پیرا ہے، خاص طور پر علوم اسلامیہ میں سب سے اشرف اور افضل علم قرآن مجید اور اس کی نشر و اشاعت، حفظ واتقان اور طلباء میں پختگی اور استحکام کے لیے حفظ قرآن اور دیگر علمی متون کے مسابقے ہر دور میں جاری اور ساری رہے ہیں، برصغیر کے معروف عالم دین علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی رحمہ اللہ تو اپنی جیب خاص سے اور ریاست بھوپال کے خزانے سے اس طرح کے مسابقاتی پروگرام کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے، عصر حاضر میں سعودی عرب اور اس کی مملکت اور اسی طریقے سے انڈونیشیا، قطر، ترکی اور دیگر ممالک بھی اپنے یہاں نونہالان ملت اسلامیہ کے لیے حفظ قرآن، علوم قرآن اور دیگر فنون میں مہارت و پختگی کی خاطر اس طرح کے مسابقات منعقد کرتے چلے آرہے ہیں، خاص طور پر مکہ مکرمہ کا انٹرنیشنل مسابقہ حفظ قرآن اس باب میں اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے اور اسی طریقے سے شاہ فیصل ایوارڈ اور دیگر علمی بحوث ورسائل پر بھاری بھرکم تشجیعی انعامات اور جوائز جو مختلف ممالک اور جہات میں عطا کیے جاتے ہیں اس باب میں ایک عمدہ مثال ہے۔

تاریخ کے انھیں حسین کرداروں اور نیک کاوشوں کو سامنے رکھتے ہوئے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے بھی پورے تزک واحتشام کے ساتھ انعام اور جوائز سے بھرپور حفظ قرآن اور کتاب التوحید کا ایک اہم ترین مسابقہ منعقد کیا ہے، جو ہم سب کے لیے شرف وافتخار کی بات ہے اور اس بات کی بین دلیل ہے کہ جماعت کے ذمہ داران اپنے اسلاف کرام کی روش پر گامزن ہو کر تعلیم و تعلم کے میدان میں بھی وابستگان جماعت اور اپنے طلبہ و متعلمین، حفاظ قرآن اور نونہالان ملت اسلامیہ کی عمدہ رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں تاکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں قرآن کی عظمت اور محبت کے ساتھ اس کو یاد کرنے اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ کرنے کا شوق فراواں پیدا ہو اور اس طریقے سے ملت اسلامیہ مزید نیکی اور کامیابی کے راستے پر گامزن ہو سکے۔ اسی عظیم مناسبت پر مجلہ ''الجماعۃ'' کا یہ خصوصی شمارہ ہدیۂ قارئین ہے۔

اللہ کرے یہ مسابقہ پوری جماعت اور ملت کے لیے مشعل راہ ثابت ہو اور ہر طرح سے سب کے لیے مفید اور ثمر آور ہو، آخر میں مبارکبادیاں ان طلبہ اور حفاظ قرآن کے لیے جنہوں نے اس مسابقے میں شرکت کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اور وہ عظیم الشان اور گرانقدر انعامات کے مستحق ہوئے ہیں، اللہ کرے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ اسی طریقے سے جاری اور ساری رہے اور طلبہ اور اہل علم کی حوصلہ افزائی اور مختلف انعامات اور جوائز کے ذریعے سے حفاظ قرآن کے ذہنوں میں قرآن کی پختگی اور اتقان پیدا کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہمارے اور آپ کے درمیان روبعمل رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق بخشے اور دنیا اور آخرت کی کامیابی سے سرفراز فرمائے۔ وما توفیقی إلا باللہ

۞ ۞ ۞

فضائل ومسائل

تلاوتِ قرآن مجید

اہمیت وفضیلت

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی)

انسانوں کی تخلیق کے بعد ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ نے دنیا میں بہت سارے انبیاء ورسل بھیجے، کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے لیکن وہ ساری آسمانی کتابیں اپنے ماننے والوں کے ذریعہ تغیر وتبدل اور تحریف وتنقیص کا شکار ہوکر رہ گئیں۔ سب سے آخر میں اللہ نے اپنی وہ آخری کتاب اپنے آخری رسول ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری جسے دنیا قرآن مجید کے نام سے جانتی ہے۔ یہ سب سے آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کے بعد نہ تو کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی نبی ورسول۔ اور نہ اس کے اندر کسی طرح کی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ یہ تا قیامت اپنی اصلی شکل میں باقی رہنے والی ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے۔ فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قارئین کرام! قرآن مجید اللہ رب العزت و الجلال کی جانب سے نازل کردہ ایسا کلام ہے، جس کے بارے میں کوئی شک نہیں، یہ ایسا معجزہ ہے جو تا قیامت باقی رہنے والا ہے، یہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے باعث ہدایت ورہنمائی ہے۔ یہ اصدق الحدیث اور خیر الکلام ہے۔ جس میں حیات انسانی کے پورے احکام موجود ہیں، جس میں پہلی امتوں کے واقعات اور بعد میں آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں، یہ اللہ کی مضبوط رسی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ ہدایت اور اصلاح، انقلاب اور تبدیلی، ظاہر و باطن کی درستگی اور دنیا و آخرت کی تمام تر بھلائیوں اور کامیابیوں کو اللہ نے اس میں جمع کر دیا ہے۔ علوم ومعارف، اسرار ورموز کی تمام باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی عظمتوں اور رفعتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ غرضیکہ یہ متعدد خوبیوں کی حامل کتاب ہے۔ قرآن مجید کے جملہ حقوق میں سے ایک حق یہ ہے اس کی تلاوت کی جائے اور اسے پڑھا جائے اسی اہمیت کے پیش نظر درج ذیل مضمون میں "تلاوتِ قرآن کریم۔ اہمیت وفضیلت" جیسے موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قرآن مجید کو یاد کرنے اور اس کی تلاوت وقرات پر مداومت برتنے سے متعدد فضائل وبرکات حاصل ہوتے ہیں:

- قرآن مجید کو یاد کرنے، اور اس کی تلاوت کرنے کا تعلق ان اعمالِ صالحہ میں سے ہے جن کے ذریعہ ایک بندہ اللہ رب العزت کا تقرب حاصل کرتا ہے، اور اپنے رب کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔
- قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا اللہ کے حکم: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [مزمل:۲۰] کی

اتباع وپیروی کرنا ہے۔

● قرآن مجید کی تلاوت سے ایمان بڑھتا ہے اوراس کے اندرزیادتی ہوتی ہے۔

ارشادربانی ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾[انفال:۲] ''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں جب اللہ تعالی کا ذکرآ تا ہے تو ان کے قلوب ڈرجاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کرسنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پرتوکل کرتے ہیں''۔

● قرآن مجید کی تلاوت دنیا وآخرت کے اندرفوزوفلاح اورعروج وبلندی کا ذریعہ وسبب ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ﴾[فاطر:۲۹]

''جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اورنماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطافرمایا ہے اس میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارہ میں نہ ہوگی''۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''**إن الله يرفع بهذا الكتاب أقوامًا، ويضع به آخرين**''.(صحیح مسلم ح:۸۱۷)

''اللہ اس کتاب کے ذریعہ قوموں کو عروج وبلندی عطافرماتا ہے اوراس سے روگردانی کرنے پرانسان کو پستی میں ڈال دیتا ہے''۔

نیزکل قیامت کے دن بھی قرآن کی تلاوت کرنے اوراسے پڑھنے والے کو اعلیٰ وارفع مقام عطاکیا جائے گا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''**يُقَالُ لِصاحبِ القرآن : اقْرأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كما كُنْتَ تُرَتِّلُ في الدُّنْيَا ، فَإنَّ منْزِلَتَكَ عِنْد آخِرِ آيةٍ تقْرَؤُهَا**''.(سنن أبی داود ح:)

حافظِ قرآن سے کہا جائے گا پڑھتے جا اور چڑھتے جا،ٹھہرٹھہر کرپڑھ جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا،تیری منزل اس کی آخری آیت تک ہے۔

● قرآن کریم تمام ظاہری و باطنی بیماریوں کے لئے باعث شفاء ورحمت ہے۔اس کے پڑھنے سے دل کی کجی دور ہوتی ہے، دل صیقل ہوتا ہے روح کو غذا حاصل ہوتی ہے، دن بھر کی تھکان دور ہوجاتی ہے،انسان چین وسکون کی نیندسوتا ہے۔۔

1۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾[الاسراء:۸۲]

''یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لئے توسراسر شفااوررحمت ہے۔ہاں ظالموں کو بجزنقصان کے اورکوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

2۔اماں عائشہ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی تو معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک لیتے ،جب آپ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں یہ سورتیں پڑھ کرآپ کے ہاتھوں پر پھونک کر برکت کی امید سے آپ کے جسم پر پھیرتی ۔(بخاری، فضائل القرآن،ح:5012)

3۔نبی ﷺ کو جب جادو کیا گیا تو یہی دونوں سورتیں

اتریں اوران کے پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشفاء لاحق ہوئی۔

4-آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ رات کو سوتے وقت سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر پھونکتے ، اور پھر انھیں پورے جسم، سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصہ پر پھیرتے پھر جسم کے بقیہ حصے پر جہاں تک آپ کے ہاتھ پہونچتے ۔ (بخاری،فضائل القرآن ح:5017)

● اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کی تعریف کی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿لَيْسُوا سَوَآءً ۗ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ﴾ [آل عمران:۱۱۳]

''یہ سارے کے سارے یکساں نہیں بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں''۔

● قرآن مجید کے پڑھنے سے اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا:

"مَنْ قرأ حرْفاً مِنْ كتاب اللّهِ فلَهُ حسنَةٌ ، والحسنَةُ بِعشرِ أَمثالِهَا لا أَقول : الم حَرفٌ ، وَلكِن : أَلِفٌ حرْفٌ، ولامٌ حرْفٌ ، ومِيَمٌ حرْفٌ".

جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا تو اس کے لئے ایک نیکی اور اس کے مثل دس گنا اور، میں نہیں کہتا کہ "الم ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ، لام ایک حرف ، اور میم ایک حرف ہے یعنی (صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گیں)۔ (سنن ترمذی ح:2910)

● قرآن مجید کی تلاوت سے سکینت ورحمت اترتی ہے اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرتِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سورہ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے پاس ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا کہ اچانک اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ بادل اس کے گرد گھومنے لگا۔ اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پورا واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی وجہ سے نازل ہورہی تھی۔ (صحیح بخاری ج:1501 صحیح مسلم ح:795)

اور اسید بن حضیر کی ایک لمبی روایت ہے جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنی کھجوروں کے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ میرا گھوڑا بدکنے لگا، میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکنے لگا، میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکنے لگا میں ڈرا کہ کہیں وہ یحییٰ کو کچل نہ ڈالے میں اس کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا، میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان کی طرح میرے سر پر کچھ ہے وہ چراغوں کی طرح روشن ہے۔ وہ اوپر کی طرف چڑھنے لگا یہاں تک کہ میں اسے پھر نہ دیکھ سکا۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت میرے ساتھ اس طرح کا معاملہ پیش آیا۔ ان کی بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تلكَ المَلائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَاصْبَحْتَ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تستترمنهم''. (صحیح بخاری:

5018،صحیح مسلم ح:2192)

''وہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سنتے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح لوگ ان کو دیکھتے اور وہ لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے''۔

● قرآن مجید کے اندر ہدایت ورحمت اور مومنین کے لئے اجر عظیم کی بشارت موجود ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾[الاسراء:۹]

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔

● قرآن مجید یاد کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے کل قیامت کے ایک مسلمان شفاعت کا حقدار ہوگا۔اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:''**اقْرَؤُا الْقُرْآنَ فإِنَّهُ يَأْتي يَوْم القيامةِ شَفِيعاً لأصْحابِهِ**''.(صحیح مسلم ح:804)

''قرآن پڑھو اس لئے کہ وہ کل قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا''۔

● قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کو سب سے بہتر انسان قرار دیا گیا ہے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:

"خيركم من تعلم القرآن وعلمه".

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے''۔(صحیح بخاری ح:5027)

اور ایک روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں:

"إن أفضلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ القُرْآنَ وَعَلَمَهُ".

''تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے''۔(صحیح بخاری ح:5028)

● قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن فرشتوں کے ساتھ ہوگا،اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ"(سنن ترمذی ح:2904)

''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور قرآن پڑھنے میں مہارت رکھتا ہے وہ بزرگ پاکباز فرشتوں کے ساتھ ہوگا''۔

بنابریں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت کریں،اسے غور وفکر کے ساتھ پڑھیں،اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔تاکہ اس کے فضائل وبرکات سے مستفید ہوسکیں۔ اور اس کے حفاظت کی بھرپور کوشش کریں،کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس کا پڑھنا ترک کردیں اور پھر وہ ہمارے ذہنوں سے محو ہوجائے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"تعاهَدُوا القُرْآنَ، فَوَالَّذِی نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الإبل فِي عُقُلِهَا".

''قرآن کے حفظ پر توجہ دو کیونکہ اللہ کی قسم وہ ذہن سے اس سے زیادہ تیزی سے نکل جاتا ہے جیسے اونٹ رسی سے نکل جاتا ہے''۔(صحیح بخاری ح:5032،صحیح مسلم ح:779)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرکے،اسے غور سے پڑھ کر اس کے فضائل وبرکات کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں کامیابی وکامرانی عطا کرے۔آمین

آئینہ تاریخ

جمعِ قرآن تاریخ کے آئینہ میں

شیخ نثار احمد مدنی (شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نزول قرآن پر تقریبا ساڑھے چودہ سوسال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کے باوجود چہار دانگ عالم میں ابتداء نزول سے لے کرتا ہنوز سب سے زیادہ ہر آن وہر پل پڑھی، سنی، سمجھی، غور وفکر اور یاد کی جانے والی، آسمانی وغیر آسمانی کتابوں میں اکلوتی کتاب قرآن مجید ہے، حالانکہ مختلف علوم وفنون پر آنے والی ہرنئی کتاب کا سحر رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا، اس کے چاہنے والے دن بدن کم ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ محیر العقول کتاب ہدایت اپنے اعجاز اور پرکشش اسلوب سے دلوں کی دنیا تبدیل کرنے اوران کی ہر طرح کی گتھیوں کوسلجھانے میں حیرت انگیز کارہائے نمایاں انجام دیتی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ فطرت سے ہم آہنگ دیگر کتب کے بمقابل ایک جامع اور منزل من اللہ کتاب ہے جو اپنے الفاظ ومعانی کے ساتھ محفوظ ہے۔ ذیل میں اس کے جمع وتدوین کے مراحل اور حفظ باری تعالیٰ کے ربانی مظاہر کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

جمع قرآن کا مفہوم:

جمع قرآن کا مفہوم یہ ہے کہ لوح محفوظ میں جس طرح قرآن مجید ہے اسے من وعن ہر طرح کی خرد برد سے محفوظ رکھتے ہوئے سینوں اور سفینوں میں باقی رکھا جائے گرچہ قرآن کریم سات لغات ولہجات میں اتارا گیا جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔(صحیح بخاری:2287 صحیح مسلم:818)اور یہ لغات اور لہجات فصاحت میں معروف ہیں پھر بھی مستقبل میں ممکنہ اختلافات جو قراءت یا اس کے الفاظ، ترتیب اور لغت میں پیدا ہوسکتے ہیں وہ نہ ہوسکیں۔

جمع قرآن کے تین ادوار:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾[الحجر:۹]ہم ہی اس ذکر یعنی قرآن کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ چنانچہ اس وعدہ کو اللہ تعالی نے خوب نبھایا اور اس کی حفاظت کا سامان ہر دور میں فراہم کرتا رہا۔ زمین پر حفاظت سے قبل آسمان اور بوقت نزول اس کی حفاظت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:﴿إِنَّهُۥ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ ۝٧٧ فِى كِتَـٰبٍ مَّكْنُونٍ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ۝٧٩ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ﴾[الواقعۃ:۷۷-۸۰]

"یہ قرآن کریم ہے، جو پوشیدہ کتاب (لوح محفوظ) میں ہے۔اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں ۔ یہ تمام جہانوں کے مالک کا اتارا ہوا ہے"۔اور بوقت نزول حفاظت کے تئیں جنوں کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا ٱلسَّمَآءَ فَوَجَدْنَـٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا

شَدِيدًا وَشُهُبًا ﴿٨﴾ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿ [الجن:۸-۹]

"اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ پائے گا"۔

اس کے کل تین ادوار ہیں جنہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے سوائے قرآن کریم کے اپنی کسی اور کتاب کے ساتھ حفاظت کا یہ معاملہ نہیں کیا جو قرآن کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ادوار درج ذیل ہیں:

- **پہلا دور:**

عہد نبوی میں جمع قرآن:

سرور عالم ﷺ نے حفاظت قرآن کے لئے دو ہدایات دیں:

۱۔اسے حفظ کیا جائے۔ ۲۔اس کو لکھا جائے۔

حفظ:

وحی کے آغاز سے ہی آپ ﷺ کو قرآن مجید یا د ہونا شروع ہو گیا کیونکہ آپ ﷺ کو یہ تسلی دی گئی: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ﴿ [الاعلیٰ:٦]

''ہم آپ کو پڑھوا دیں گے کہ آپ نہیں بھولیں گے''

ہر سال جبریل امین کے ساتھ آپ ﷺ نازل شدہ حصے کا باقاعدہ دور بھی کرتے۔ حدیث میں ہے:

أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔كَانَ يُعَارِضُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْقُرْآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عَارَضَهُ مَرَّتَيْنِ. (صحیح بخاری:۴۹۹۸)

جبریل امین ہر سال آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے۔ جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا، جبریل امین نے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ دور کیا۔

آپ ﷺ نے اس دو مرتبہ دور کے بارے میں فرمایا:

إِنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِيْ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلاَ أُرَاهُ إِلاَّ حَضَرَ أَجَلِيْ۔ (صحیح بخاری:3624)

جبریل میرے ساتھ ہر سال قرآن کریم کا ایک مرتبہ دور فرمایا کرتے اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ دور کیا۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت آنے والی ہے۔

مکی زندگی میں نزول قرآن ہی سے آپ قرآن کے حفظ وکتابت دونوں پر زور دیتے جیسا کہ ہجرت سے قبل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی بنا پر ابن الدغنہ کی امان واپس کر دی کہ میں اس قرآن کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (صحیح بخاری:2297)

ہجرت کر کے آپ ﷺ مدینہ منتقل ہو گئے۔ قرآن یہاں بھی دس سال نازل ہوتا رہا۔ یہاں بھی آپ ﷺ قرآن مجید کو مجالس میں، پنج وقتہ نماز میں، خطبات میں پڑھتے، سنتے اور سناتے تھے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ مسلمان اسے شوق سے گھروں میں اور صلاۃ تہجد میں بالخصوص پڑھتے۔ نوجوانوں کو آپ ﷺ ابھارتے کہ قرآن یاد کر وا سے سیکھو۔ بہترین قراء پر آپ ﷺ فخر کرتے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتَنِيْ وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَائَتِکَ الْبَارِحَةَ! لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيْرِ آلَ دَاؤدَ.

اگر تم دیکھتے، تو آج رات میں نے تمہاری تلاوت سنی، تم تو آل داؤد کی نغمگی عطا کئے گئے ہو۔(صحیح مسلم:۱/ 564)

سالم مولیٰ آل حذیفہ کی تلاوت سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِی أُمَّتِیْ مِثْلَکَ.

اللہ کی حمد وثنا جس نے میری امت میں تجھ جیسے لوگ پیدا کئے۔(مسند احمد:۶/ ۱۶۵)

آپ ﷺ نے صحابہ کو صرف قرآن کے معنی وعمل ہی نہیں سکھائے بلکہ اسے حفظ بھی کراتے۔ جب بھی کوئی شخص ہجرت کر کے مدینہ آتا آپ ﷺ اسے انصار ومہاجرین کے سپرد کر دیتے کہ اسے قرآن سکھائیں۔ اس طرح مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی اتنی تعداد رہتی کہ ان کی آوازوں کا شور ہوتا اور نبی اکرم ﷺ کو تاکید کرنا پڑتی کہ اپنی آواز کو پست رکھا کرو تاکہ مغالطہ پیش نہ آئے۔(مناہل العرفان:۱/ ۲۳۴)

نیز صحابہ کی بڑی تعداد اطراف مدینہ میں جا کر قریہ قریہ اور بستی بستی قرآن سکھاتی رہی۔ اس طرح ان نوجوانوں کی قوت حافظہ بہت کام آئی اور سینکڑوں حفاظ تیار ہوگئے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ بئر معونہ کے موقع پر جن ستر صحابہ کو شہید کیا گیا وہ قراء کہلاتے تھے اور حفاظ قرآن تھے۔(صحیح بخاری: ۳۰۶۴)

سیدنا ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں جنگ یمامہ کے موقع پر ستر قراء صحابہ شہید ہوئے تھے۔(عمدۃ القاری:۲۰/ ۱۶)

کتابت: قرآن کریم مرتب صورت میں کتابی شکل میں بھی محفوظ ہوگیا۔ اس کتابت کے بارے میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قرآن کی جو آیات نازل ہوتیں آپ ﷺ مجھے لکھوا دیتے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو سناتا، اگر اصلاح کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ اصلاح فرما دیتے۔ پھر اس کے بعد اس لکھے ہوئے کو میں لوگوں کے سامنے لاتا۔ جو کچھ بھی لکھا جاتا وہ آپ ﷺ کے گھر میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اس دور میں قرآن کاغذوں پر لکھا جاتا نہ ہی باقاعدہ مصحف کی صورت میں تھا بلکہ متفرق طور پر پتھر کی تختیوں، چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا۔(مناہل العرفان از زرقانی:۹/ ۲۳۹)اسی لئے تو سیدنا زید کا یہ کہنا ہے:

قبض النبی ﷺ ولم یکن القرآن جمع فی شئ.

آپ ﷺ کا انتقال ہوا اور قرآن کریم کسی بھی شے میں جمع نہ تھا۔(فتح الباری ۹/ ۹)

یعنی باقاعدہ کتابی شکل میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے ساتھ یکجا نہیں تھا۔

آپ ﷺ کی زیر نگرانی جو کتابت قرآن ہوئی وہ سبعہ حروف پر مشتمل تھی۔ اس کی آیات کی ترتیب توقیفی تھی۔ آپ ﷺ جہری نماز کی قراءت میں عموماً اسی ترتیب کو ہی اختیار فرماتے۔ حتی کہ سورتوں سے قبل بسم اللہ کی تحریر بھی آپ ﷺ کے حکم سے کی گئی۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو امام نسائی اپنی سنن کبریٰ میں روایت فرماتے ہیں:

قال ابنُ عباسٍ رضی الله عنهما لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ آيَةٍ عَلَى النَّبِیّ ﷺ ﴿وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى

اَللّٰہِ...﴾[البقرۃ:۲۸۱]

تو جناب جبریل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

یا محمد! ضَعْہَا عَلَى رَأْسِ ثَمَانِيْنَ وَمِئَتَيْ آيَةٍ مِنْ سورة البقرة.

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اسے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھئے۔

سیدنا زید نے بھی جمع قرآن میں آیات کی وہی ترتیب ملحوظ رکھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی تھی جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق بھی کیا۔

* زمانہ نبوی میں قرآن کریم ایک ہی مصحف میں جمع کیوں نہ ہوسکا؟ اس کے کئی جواب علماء نے دیئے ہیں۔

۱۔قرآن کریم یکبارگی نہیں بلکہ تیئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا۔ اس لئے بھی ایک مصحف میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔

۲۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس لئے بھی ایک ہی مصحف میں جمع نہیں فرمایا کیونکہ قرآن میں نسخ واقع ہورہا تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جمع کردیتے پھر کچھ حصے کی تلاوت منسوخ ہوجاتی تو یہ اختلاف اور دین میں اختلاط کا سبب بنتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قرآن کریم کے بعض احکام یا تلاوت کے بارے میں منتظر رہتے کہ شاید کچھ منسوخ ہوجائے اس لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع نہیں کروایا۔جب اس کا نزول مکمل ہوگیا اور زمانہ نسخ کے اختتام تک یہ قرآن سینوں میں محفوظ بھی رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اللہ تعالی نے خلفاء راشدین کو اس کے جمع کرنے کا الہام کردیا۔(البرہان از زرکشی:۱/۲۳۵)

۳۔قرآن کریم میں آیات وسور کی ترتیب نزولی نہیں۔ اگر اس وقت قرآن ایک مصحف میں جمع کردیا جاتا تو یہ ترتیب ہر نزول کے وقت ہی تبدیلی کا سامنا کرتی۔اس لئے صحابہ کرام کے مابین جب کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو وہ مکتوب قرآن کی بجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی رجوع کرتے۔ وفات رسول اور بعض قراء صحابہ کرام کی شہادت کے بعد یہ ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ہی مصحف میں قرآن جمع کرلیا جائے اور یہ سعادت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔

۴۔عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو کچھ لکھا گیا اس کی کچھ تلاوت منسوخ ہوگئی تھی۔مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک مکتوب صورت میں موجود رہی۔

۵۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن کریم مختلف پارہ جات پر مکتوب اور الگ الگ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھولنا بھی نہیں تھا ہاں یہ امکان آپ کی وفات کے بعد دوسروں سے تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسے ایک ہی مصحف میں لکھنے کی صحابہ کرام نے جلد از جلد کوشش کی۔

● **دوسرا دور: عہد صدیقی**

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کی تفصیلات سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:''جنگ یمامہ کے فوراً بعد ۱۲ھ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز پیغام بھیج کر مجھے بلوا بھیجا۔میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ نے آکر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے ستر حفاظ شہید ہوگئے ہیں۔اور اگر مختلف مقامات پر اسی طرح حفاظ

قرآن شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے۔لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ قرآن کو یکجا کر دینا چاہئے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جو کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا ہم وہ کیسے کریں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! یہ کام کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ میرا بھی شرح صدر ہو گیا اور اب میری بھی رائے وہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اس کے بعد خلیفہ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: زید! تم نوجوان ہو اور سمجھ دار بھی۔ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنے والی وحی کو لکھا ہے۔ **فتَتَبَّعِ القرآن فأجمعه** توتم قرآن کوتلاش کر کے اسے جمع کرو۔

کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو ایسا کرنا میرے لئے آسان ہوتا۔ میں نے عرض کی: آپ وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا؟۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسا کرنا ہی بہتر ہے۔اس کے بعد خلیفہ محترم بار بار مجھے یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس رائے پر کھول دیا جو حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کر ڈالا۔اور یہ صحیفے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہے۔ بعد میں یہی صحیفے ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قولہ تعالی لقد جاءکم رسول من أنفسکم)

خلیفہ رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو صحابہ رسول نے اور تمام امت نے سراہا اور امت پر ایک بڑا احسان سمجھا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَعْظَمُ النَّاسِ فِي الْمَصَاحِفِ أَجْرًا أَبِي بَكْرٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ هوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ كِتَابَ اللّٰهِ.

''مصاحف کو جمع کرنے میں سب سے زیادہ ثواب کے حقدار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ثابت ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو وہ امت کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کر ڈالا''۔(کتاب المصاحف لابن أبی داوٗد)

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیوں؟

سیدنا زید کا انتخاب کیوں؟ سیدنا زید کو دو خلفاء نے کتابت قرآن اور اس کے جمع کرنے کی زحمت کیوں دی؟ اس پر ان کی نظر کیوں پڑی؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بعض مخصوص خوبیوں اور خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ غالباً ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا زید کو ہمسایہ ہونے کی وجہ سے دوسروں پر ترجیح دیتے۔ اس لئے وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلوا بھیجتے اور زید بن ثابت وحی لکھ لیا کرتے تھے۔(کتاب المصاحف:۳)

نیز مدینہ تشریف آوری کے ساتھ ہی بنونجار کے اس بچہ کی تعریف جب اہل محلہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کی کہ دس سے زیادہ سورتیں یہ بچہ یاد کر چکا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: زید: تم یہود کی تحریر کو میرے لئے سیکھ لو۔ مراد یہ کہ ان کی زبان کو ایسا سیکھو کہ تم خود بولنا، لکھنا اور پڑھنا جان سکو۔ زید کا اپنا بیان ہے کہ: **مَا مَرَّتْ بِي خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حَتّٰى حَذَقْتُهُ** پندرہ دن نہیں گذرے تھے کہ میں نے اس میں مہارت حاصل

کرلی۔ بعد میں عبرانی زبان کے ترجمان بھی یہی تھے اور انہیں جواب لکھنے والے بھی۔ (مسند احمد: ۲۱۱۰۸؛ سنن ابی داؤد: ۳۶۴۵؛ سنن ترمذی: ۲۸۵۸)

ایک اور وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ سیدنا زید بن ثابت کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم حفظ کرایا تھا۔ اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں دو مرتبہ قرآن کو دہرایا تھا تو سیدنا زید بھی موجود تھے۔ (الفتاوی الکبری ۷/ ۲۱۳، ۸/ ۱۴۷)

سیدنا ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا قرآن مجید کو جمع کرنے پر تأمل بھی قابل غور ہے کہ وہ کسی کام کو شرعی حیثیت دینے میں اور اسے قبول کرنے میں کتنے محتاط تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ان مبارک ہستیوں کو جمع قرآن کا الہام کر کے حفاظت قرآن کا ذمہ دار بنادیا جس کی ابتداء مشورہ فاروقی سے ہوئی اور تکمیل سیدنا ابوبکر کے ہاتھوں یہ کہہ کر کرا ڈالی: **إِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ، عَاقِلٌ، لَا نَتَّهِمُکَ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ** اور پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: **فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ۔**

جمع قرآن کا طریقہ:

قرآن کو جمع کرنے کے لئے سیدنا زید بن ثابت کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے۔ ابتداء سیدنا ابوبکر نے جمع قرآن کے سلسلے میں ایک اہم ہدایت دی جس پر عمل کے لئے سیدنا عمر فاروق کو سیدنا زید رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی لگادیا۔ خلیفہ رسول ابوبکر نے سیدنا عمر اور زید سے فرمایا:

اُقْعُدَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَمَنْ جَاءَكُمَا بِشَاهِدَيْنِ عَلَى شَيْءٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَاكْتُبَاهُ۔ دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ تو جو تمہارے پاس قرآن کی کسی آیت پر دو گواہ لائے تو اسے لکھ لو۔ (المصاحف از ابن ابی داؤد: ۱۲، فتح الباری ۹/ ۱۴)

عبدالرحمن بن حاطب کہتے ہیں:

قَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ: مَنْ تَلَقَّى مِن رَّسُولِ اللهِ ﷺ شَيئًا مِنَ القُرآنِ فَلْيَأتِ بِهِ، وَكَانُوا يَكْتُبُونَ ذَلِكَ فِي الْمُصْحَفِ وَالألْوَاحِ وَالعُسُبِ، وَكَانَ لَا يَقبَلُ مِن أحدٍ شَيئًا حَتّٰى يَشْهَدَ شَاهِدَانِ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کا کوئی حصہ حاصل کیا ہو تو وہ اسے لے آئے۔ صحابہ قرآن مجید کو صحیفوں، تختیوں اور کھجور کی چھالوں پر لکھا کرتے تھے۔ آپ یہ تحریر دو گواہوں کے پیش کر دینے کے بعد قبول کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمع قرآن کے لئے سب سے پہلے تو یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی لکھی ہوئی کوئی آیت بھی ہو وہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ جب کوئی لکھی ہوئی آیت لے آتا تو وہ چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے:

۱۔ اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے۔

۲۔ کمیٹی کے ممبر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حافظ قرآن تھے جو اپنے حافظہ سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

۳۔ کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی جب تک دو قابل اعتماد گواہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی۔

۴۔ بعد میں ان کی لکھی ہوئی آیات کا ان مجموعوں کے ساتھ

مقابلہ کیا جاتا جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تیار کر رکھے تھے۔

۵۔اتفاق سے ایک آیت ایسی تھی جو صرف سیدنا ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی تھی۔ یہ سورۃ توبہ کی آخری آیت:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ... ﴿۱۲۸﴾ ...وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ [التوبۃ:۱۲۸-۱۲۹]

تھی۔دو گواہیاں نہ ہونے کے باوجود اس آیت کو لے لیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ آیت لکھی ہوئی نہ ہونے کے باوجود بھی سینکڑوں حفاظ کو یاد تھی۔

جمع کردہ نسخہ کا نام اور خصوصیات:

اس کمیٹی نے انتہائی احتیاط اور سخت محنت کے بعد قرآن کو ایک سال کی مدت میں جمع کر دیا، جسے تمام صحابہ کرام نے اتفاقاً قبول کیا اور یوں امت بھی اس پر جمع ہوگئی۔اس نسخہ کی خصوصیات حسب ذیل تھیں:

۱۔نسخہ میں قرآنی آیات کی ترتیب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق تھی لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت الگ اور علیحدہ صحیفہ میں تھی جن کی ترتیب عہد عثمان میں ہوئی۔ اس نسخہ کا نام "مصحف اُمّ" رکھا گیا۔

۲۔اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے جن پر قرآن کا نزول ہوا تھا۔

۳۔یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا تھا۔

۴۔اس میں صرف وہ آیات لکھی گئیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ اس میں آیۃ الرجم نہیں لکھی گئی کیونکہ اس کی تلاوت منسوخ تھی مگر حکم باقی تھا۔

۵۔یہ امت کے لئے متفقہ مرتب نسخہ تھا۔اسی لئے سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے تمام گواہوں کی موجودگی میں اس کا اعلان کیا۔جس کے صحیح ہونے کی سب نے بلا اعتراض گواہی دی۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے تکمیل مصحف کے بعد اسے خلیفہ رسول ابوبکر صدیق کے سپرد کر دیا جو ان کے پاس وفات تک رہا۔پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا ان کی وفات کے بعد یہ مصحف ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت تک رہا جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے طلب کر کے منتخب کمیٹی کے ذریعے نئے نسخے تیار کروائے اور پھر اسے واپس لوٹا دیا جو ان کی وفات کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذریعے مروان بن الحکم کے پاس آیا تو مروان نے یہ سوچ کر کہ مبادا اس میں کوئی ایسی بات ہو جو نسخہ عثمان سے مختلف ہو اسے ضائع کر دیا۔

● تیسرا دور: عہد عثمانی میں جمع قرآن:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ نئے مسلمان جو عجمی تھے مجاہدین اسلام یا مسلمان تاجروں سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوتی۔قرآن سبعہ حروف میں نازل ہوا تھا۔صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا۔اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگرد کو اسی طرح پڑھایا جس طرح اس نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا تھا۔ یوں قراءتوں کا اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا اور لوگوں میں جھگڑے پیدا ہونے لگے۔ زیادہ خرابی اس لئے بھی پیدا ہوئی کہ سوائے "مصحف ام" کے پورے عالم اسلام میں کوئی ایسا معیاری نسخہ نہ تھا جو امت کے لئے

نمونہ وحجت ہو۔امیر المؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خود بھی اس خطرے کا احساس کر چکے تھے۔کیونکہ انہوں نے مدنی بچوں میں ان کے اساتذہ کی اختلاف قراءت کے اثرات کو بھانپ لیا تھا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں فرما بھی چکے تھے:

أَنْتُمْ عِنْدِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَتَلْحَنُونَ، فَمَنْ نَأَى عَنِّيْ مِنَ الأَمْصَارِ أَشَدُّ اخْتِلاَفاً، وَأَشَدُّ لَحْناً، اجْتَمِعُوْا يا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، وَاكْتُبُوْا لِلنَّاسِ إِمَامًا. (المصاحف:۲۹)

"تم میرے پاس ہوتے ہوئے بھی اختلاف کرتے ہواور لحن بھی،تو جو مجھ سے دور علاقوں میں آباد ہیں ان کا اختلاف اور لحن تو اور زیادہ ہوگا۔اے اصحاب محمد! اتفاق کرلو اور لوگوں کے لئے ایک امام لکھ ڈالو"۔

لہٰذا آپ نے صحابہ کرام کے سامنے یہ رائے رکھی کہ مصحف اُم کو سامنے رکھ کر ایک ایسا مصحف تیار کیا جائے جو صرف قریش کی لغت پر ہو۔پھر اس کی نقول بنوا کر تمام عالم اسلام میں پھیلا دی جائیں۔تمام صحابہ نے خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی رائے کی بھرپور تائید کی کہ قرآن صرف قریش کے لہجے میں یا قریش جس طریقے سے پڑھتے ہیں اس میں لکھا اور جمع کیا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریشی تھے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح العرب تھے،اور قریش ہی کی زبان و لہجے میں قرآن اترا تھا۔(کتاب المصاحف:لابن ابی داؤد:۲۲)

اس صورتحال میں سیدنا عثمان نے سن پچیس ہجری میں وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا جس کی تفصیل سیدنا انس کی روایت سے صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے:

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔وہ اہل شام وعراق کے ساتھ آرمینیہ اور آذربیجان کو فتح کرنے کے لئے جہاد کر رہے تھے۔یہاں عراقیوں کے قراءت قرآن میں اختلاف کو دیکھ کر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سہم سے گئے۔انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی: اس امت کا علاج کیجئے اس سے پہلے کہ ان کا اپنی مقدس کتاب میں ویسا ہی اختلاف ہو جیسا یہود ونصاری کے یہاں ہو چکا ہے۔سیدنا عثمان نے سیدہ حفصہ ام المؤمنین سے مصحف منگوایا تا کہ اس کی نقول تیار کرلیں۔چنانچہ انہوں نے اسے سیدنا عثمان کے پاس بھیج دیا۔

چار رکنی کمیٹی کا قیام:

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین نے ام المؤمنین سیدہ حفصہ سے مصحف اُم منگوایا اور صحابہ رسول سے ہی پوچھا: **مَنْ أَكْتَبُ النَّاسِ؟** کون سب سے بہتر کاتب ہے۔انہوں نے کہا: کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید بن ثابت۔انہوں نے فرمایا: **فَأَيُّ النَّاسِ أَعْرَبُ؟ وَفِي رِوَايَةٍ : أَفْصَحُ؟** لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح عرب کون ہے؟ انہوں نے کہا: سعید بن العاص۔سیدنا عثمان نے فرمایا: **فَلْيُمْلِلْ سَعِيْدٌ وَلْيَكْتُبْ زَيْدٌ**۔تو سعید املاء کرائیں اور زید لکھیں۔سیدنا زید بن ثابت کی سرکردگی میں ایک چار رکنی کمیٹی بنائی جس میں سیدنا زید کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن زبیر،سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث شامل تھے۔یہ حضرات صحیح قریشی لہجہ میں قراءت کے انتہائی راسخ حافظ وضابط تھے۔تینوں قریشی صحابہ کو کتابت قرآن کی ذمہ داری سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

إِذَا اخْتَلَفْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ

الْقُرآنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا. (صحیح بخاری:۴۹۸۷، سنن الترمذی:۳۱۰۴)

''جب تمہارے اور زید کے مابین کچھ اختلاف ہو تو پھر اس قرآن کو قریش کی زبان میں لکھو اس لئے قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔''

ان حضرات نے کتابت قرآن کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کام سرانجام دیئے:

☆......انہوں نے تمام سورتوں کو ترتیب وار ایک ہی مصحف میں لکھا۔ (مستدرک، از امام الحاکم)

☆......ان حضرات نے نہ صرف مصحف ام کو سامنے رکھا بلکہ نقول تیار کرتے وقت اس کی کتابت وخط کا خصوصی خیال کیا۔ جہاں پر بھی تھوڑا سا اختلاف سیدنا زید اور کمیٹی کے مابین ہوا وہیں پر قریشی لہجہ اور قریشی لغت کو بنیاد بنا کر اس کی تصحیح کر دی گئی۔ کیوں کہ اس مصحف کو لکھوانے کی اصل غرض ہی یہ تھی کہ مسلمانوں کو ایک ہی لہجہ اور لغت پر اکٹھا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس لکھے ہوئے قرآن کو کسی صحابی نے بھی پڑھا تو اس نے اس کے رسم ولغت سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اسے ہی صحیح اور محقق قرآن قرار دیا۔

☆......اس کے خط میں اس بات کی رعایت رکھی گئی کہ وہ ساتوں حروف اس میں سما جائیں جو عرضہ اخیرہ میں موجود تھیں۔ اور قراءات کی مختلف صورتیں بھی جائز قرار دی جاسکیں۔

☆......اختلاف قراءات میں صرف اس صورت پر اکتفاء کیا گیا جو متواتر تھی۔ باقی منفرد قراءات کو اہمیت نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ متواتر نہیں تھیں۔ مثلاً: ﴿... وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصۡبًا﴾ [الکہف:۷۹] میں لفظ صالحۃ متواتر نہیں ہے بلکہ منفرد تھی اس لئے انہوں نے اسے اہمیت نہ دی۔

☆......ذاتی مصاحف میں صحابہ رسول ﷺ کے اپنے وضاحتی بیانات یا الفاظ کی تشریح کو بھی غیر اہم قرار دیا گیا۔

☆......وہ الفاظ وآیات جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی کمیٹی نے اسے بھی نظر انداز کیا اس لئے کہ عرضہ اخیرہ میں یہ شامل نہیں تھیں۔ یہ وہی کچھ تھا جو سیدنا زید نے دور صدیقی میں لکھا تھا۔

☆......انہوں نے مصحف امّ کی ایک سے زائد نقول تیار کیں جن کی تعداد، روایات میں پانچ بھی ملتی ہے اور سات بھی۔ (فتح الباری:۹/۱۷)

☆......یہ معیاری نسخے تیار کروانے کے بعد سیدنا عثمان نے وہ تمام انفرادی نسخے نذر آتش کر دیے جو مختلف صحابہ مثلاً: ابی بن کعب، علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ کے پاس تھے تا کہ تمام مسلمان ایک ہی نسخے پر جمع ہوں اور اختلاف کی گنجائش نہ رہے پھر ان نسخوں کو مدینہ کے علاوہ مکہ، شام، یمن، کوفہ وبصرہ، بحرین وغیرہ بھجوا دیا گیا۔

☆......کمیٹی نے قرآنی نسخوں کو مرتب کرتے وقت کلمات و حروف کے لکھنے کا جو خاص طرز و انداز اختیار کیا علماء نے اس کا نام رسم مصحف لکھا۔ اور اس پسندیدہ رسم الخط کو سیدنا عثمان کی جانب منسوب کر کے رسم عثمانی یا خط عثمانی نام دے دیا۔ اس کے بعد کے ادوار میں مختلف انداز کی خدمات انجام دی گئیں مثلاً اعراب، نقطے، احزاب، منازل، اور دیگر احکام تجوید وقراآت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرآنی خدمات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

آداب وأحکام

علم تجوید اور علم قراءت کی اہمیت

حافظ عبدالأعلی (خطیب بریڈفورڈ-برطانیہ)

ہمارے دینی ادارے بحمد اللہ سب سے بہتر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے تمام منتظمین کے اخلاص کوشرف قبولیت عطا فرمائے۔ان کی وجہ سے اللہ کا قرآن اور نبی ﷺ کی احادیث روشنی پھیلا رہی ہیں دوباتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھا ہے ایک تو حفظ حدیث اور حفظ قرآن ہر طالب علم کیلئے لازمی ہونے چاہیں مثلاً نخبۃ الحدیث یا اربعین نوویہ، ریاض الصالحین کے ایک بڑے حصہ کا حفظ لازم ہو۔اوراس کی تدریس بطورتزکیہ شامل ہونی چاہیئے۔اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے کم ازکم 10،20 پارے حفظ کرنا بھی لازمی ہوں۔

دوسری اہم ترین بات کہ قرآن کریم کی تجوید وقراءت کیلئے بھی اپنے مدرسہ کے نصاب میں لازمی ایک پیریڈ رکھا جائے تاکہ مدرسہ سے فارغ ہونے والا طالب جب عالم،خطیب ومدرس کی حیثیت سے میدان عمل میں قدم رکھے تواس کے پاس یہ بنیادی ذخیرہ پہلے سے موجود ہو۔ہمارے مدارس میں ان دونوں کا ایک ساتھ اہتمام ہوجائے تو اللہ کے فضل سے بڑے اچھے اورمثبت نتائج نکلیں گے۔اس مضمون میں ہم قرآن کریم کی تجوید وقراءت کی اہمیت پربات کرنا چاہیں گے تاکہ اسے نصاب کا حصہ بنانے میں کوئی ذہنی تردد نہ ہو۔واللہ المستعان

اہل اسلام کی خوش بختی ہے کہ اللہ کریم کا آخری کلام بعینہ محفوظ ومصئون ان کے پاس ہے جبکہ دنیا کے کسی مذہب کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا۔قرآن کریم رب کا کلام ہے اس لیے اس کا حق ہے کہ اسے سمجھا جائے، اس پر عمل کیا جائے، اسے پھیلایا جائے اوراس کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق یہ ہے کہ صحت الفاظ اورضروری قواعد تجوید کی رعایت کرتے ہوئے اس کی تلاوت کی جائے۔قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا﴾ [الفرقان:۳۲]

''ہم نے اسے ترتیل کے ساتھ نازل کیا ہے۔''

اورسورۃ المزمل میں ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے:

﴿وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا﴾ [مزمل:۴]

''اورقرآن کی تلاوت اطمینان سے صاف صاف کیا کرو۔''

ترتیل کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:''ارشاد ہوا کہ قرآن شریف کوآہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر، تاکہ خوب سمجھتا جائے، اس حکم کے رسول اللہ ﷺ بھی عامل تھے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ:

''آپ قرآن کریم کوترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے

بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہوجاتی تھی۔''

سیدنا انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کا وصف پوچھا گیاتو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب مد (لمبا) کر کے پڑھا کرتے تھے پھرآیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھ کرسنائی جس میں لفظ اللہ پر، لفظ رحمٰن پر، لفظ رحیم، پر مد کیا۔(صحیح بخاری)

ابن جریر طبری میں ہے کہ:

''ہر ہر آیت پرآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا پورا وقف کرتے تھے، جیسے آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھ کروقف کرتے آیت (الحمد للہ رب العلمین) پڑھ کر وقف کرتے آیت (الرحمٰن الرحیم) پڑھ کر وقف کرتے آیت (مالک یوم الدین) پڑھ کرٹھہرتے۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ:

قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا۔ تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی۔(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود کا فرمان ہے کہ:

لا تنثروه نثر الرمل ولا تهذوه هذ الشعر ، قفوا عند عجائبه ، وحركوا به القلوب ، ولا يكن همّ أحدكم آخر السورة . (رواه البغوي)

''ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے ادبی سے نہ پڑھو اس کی عجائبات پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس میں دوڑ نہ لگاؤ کہ جلد سورت ختم ہو۔''

سیدنا علی کے ارشاد کے مطابق یہ ہے کہ:

حروف کو تجوید کے ساتھ اور وقفوں کی معرفت (یعنی کہاں ٹھہرنا ضروری ہے اور کہاں ملانا ضروری ہے) کے ساتھ پڑھنا ہے۔ جب ترتیل کے ساتھ قرآن کریم پڑھا جائے گا تبھی اس کی تلاوت کا حق ادا ہوگا اور ایسی ہی تلاوت پر حسنات اور انعامات خداوندی کا وعدہ ہے لیکن اگر تلاوت تجوید کی رعایت کے ساتھ نہیں، بلکہ اس کے خلاف ہے تو اس سے تلاوت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

محققین علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ:

''بغیر تجوید قرآن پڑھنے والا مستحق ثواب نہیں بلکہ (بعض دفعہ) گناہ گار ہوجاتا ہے۔''

علم تجوید وقراءت کے مشہور امام محمد بن محمد بن یوسف الجزری معروف بہ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ لَازِمٌ مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اٰثِمٌ لِأَنَّهُ بِهِ الْإِلٰهُ اَنْزَلَ وَهٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَ".

''تجوید کا حاصل کرنا ضروری ولازم ہے۔ جو شخص تجوید سے قرآن نہ پڑھے گناہگار ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے تجوید ہی کے ساتھ اس کو نازل فرمایا ہے۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ سیدنا انس بن مالک کا قول جسے ابن اثیر، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر (ج9ص2017) اور امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم (1/324میں) اور الشقیر ی نے السنن والبدعات (ص200) میں اور فتاوی امام ابن باز رحمہ اللہ 26/61 اور فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 3/213) اور مجلہ المنار کے مقالہ ''الحکمۃ

فی انزال القرآن:8/258) میں ذکر کیا ہے کہ:

”رب تال القرآن أو رب قارئ للقرآن والقرآن یلعنه“.

”بہت سے لوگ قرآن کی تلاوت اس حالت میں کرتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا جاتا ہے۔“

کیونکہ قرآن کی تلاوت خود رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے۔جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود سے ایک مرفوع روایت ہے کہ وہ خود کسی شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے اس نے: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ،کو مد کے بغیر پڑھا تو آپ نے اس کو ٹوکا اور فرمایا کہ:

”حضور ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا ہے۔اس نے دریافت کیا کہ پھر حضور ﷺ نے آپ کو کس طرح پڑھایا ہے؟ تو سیدنا ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی اور لِلْفُقَرَآءِ پر مد کیا

(سلسلہ احادیث صحیحہ، الالبانی حدیث صحیح، فضائل القرآن والادعیۃ/حدیث 2921)

غور کرنے کا مقام ہے کہ حرف یا حرکت کے چھوٹنے یا بدلنے پر نہیں صرف مد کے چھوڑنے پر شاگرد کو ٹوکا جا رہا ہے اور حضور ﷺ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر سنایا جا رہا ہے، تاکہ وہ حرف کو کھینچ کر پڑھنے میں بھی سنت کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو۔اس لیے قرآن کریم کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔یعنی حروف کو ان کا حق اسی طرح دیا جائے کہ مخارج وصفات اور دیگر قواعد کے اعتبار سے ان کی ادائیگی درست ہو اور بے موقعہ وقف نہ کیا جائے۔

خلاف تجوید قرآن پڑھنا موجب گناہ ہے

علماء کے فتاویٰ:

برصغیر میں سیرت النبی کی اولین اور روحانی سیرت کی کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' کے مصنف سے کسی نے سوال کیا کہ:

''تجوید کا حکم کیا ہے؟ فن تجوید کا مرتبہ دیگر فنون کے مقابلہ میں کیا ہے؟ تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن کس شخص پر لعنت کرتا ہے، وہ حدیث مع ترجمہ وخلاصہ کے ضرور تحریر فرمائیں، مجہول قرآن پڑھنے والے کی امامت (جب کہ نہ تو لحن جلی کی خبر رکھتا ہو اور نہ لحن خفی کا پتہ ہو) اور مقتدی میں عمدہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والا موجود ہو، تو ایسی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

اسکے جواب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ (پیدائش 1867ء ضلع پٹیالہ تاریخ وفات 30 مئی 1930ء) نے جواب دیا کہ:

''تجوید سے اس قدر واقفیت فرض ہے کہ آدمی قرآن شریف بقدرِ ضرورت صحیح پڑھ سکے، جس سے اس کی نماز میں فساد نہ آئے اور پورا فنِ تجوید مہارت کے ساتھ سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر چند حضرات بھی اس میں مہارت پیدا کرلیں تو دوسروں کے لئے اس میں محنت کرنا ضروری نہیں ہوتا، لیکن قرآنِ کریم مجہول پڑھنا کسی حالت میں درست نہیں ہے، اس لئے امام کو متعین کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہئے۔لیکن اگر کسی امام کو متعین کر دیا گیا اور وہ بہ قدر ضرورت قرأت کرنے پر قادر ہے اور مقتدیوں میں اس سے اچھے پڑھنے والے قاری اور اچھے مجود موجود ہوں، تو

ایسی صورت میں امامت کا حق ان مقتدی قاریوں کو نہیں ہے، بلکہ متعین امام ہی امامت کا حق دار ہوگا۔قاضی صاحب نے معروف امام جزری رحمہ اللہ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ

”وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ لَازِمٌ مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اٰثِمٌ لِاَنَّهُ بِهِ الْإِلٰهُ أَنْزَلَ وَهٰكَذَا مِنْهُ إِلَيْنَا وَصَلَ“.

”یعنی تجوید کا علم سیکھنا ضروری ہے اور جو بغیر تجوید کے قرآن پڑھتا ہے وہ گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔“ (مقدمۃ جزریۃ:10، حاشیۃ فوائدمکیہ:3)

اور جان لو کہ متعین امام بہرحال امامت کا زیادہ حق دار ہے۔

واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً. (الدرالمختار مع الرد المحتار:2/ 297) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ اور اسی فتویٰ کی تائید شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد نے کی ۔ 31/ دسمبر 1912)

یوں تو بڑے بڑے علماء ومفتیان کرام نے قرآن کریم کو بغیر تجوید پڑھنے پر سخت نکیر فرمائی ہے جن میں امام الشیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ مفتی دیار سعودیہ، استاذ العلماء الشیخ عثیمین وغیرہ بہت نمایاں ہیں۔اس نشست میں ہم دمشق کے معروف مفتی الشیخ اُحمد شریف النعسان استاذ شریعہ کالج و مدرس وخطیب دار الافتاء کلیۃ الشریعۃ بجامعہ دمشق سے پوچھا گیا کہ:

”کیا امام جزری رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جو شخص قرآن تجوید کے ساتھ نہیں پڑھتا وہ گناہ گار ہے؟

هل صحيح بأن الذي يقرأ القرآن من غير تجويد آثم؟

”تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا:

”فلا خِلافَ بَينَ الفُقهاءِ في أنَّ الاشتِغالَ بِعِلمِ التَّجويدِ فَرضُ كِفايَةٍ، وأمَّا العَمَلُ به فهوَ واجِبٌ على من يَقْدِرُ عَلَيهِ. لأنَّ اللهَ تعالى أنزَلَ به كِتابَهُ المَجيدَ، ووَصَلَ إلَينا عن سَيِّدِنا رَسولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ مُتَواتِراً بالتَّجويدِ“.

”اس باب میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کہ علم تجوید حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور اس پر عمل کرنا یعنی اس کے مطابق قرآن پڑھنا واجب ہے کیونکہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ ہی نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سکھایا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ہم تک اسی طرح تجوید کے ساتھ پہنچا ہے۔“

”وذَهَبَ المُتَأخِّرونَ من الفُقَهاءِ إلى وُجوبِ مُراعاةِ قَواعِدِ التَّجويدِ فيما يَتَغَيَّرُ به المَبنى ويُفسِدُ المَعنى، وإلى هذا أشارَ مُحَمَّدٌ الجَزرِيُّ في مَنظومَتِهِ في التَّجويدِ: ”والأخْذُ بالتَّجويدِ حَتْمٌ لازِمٌ و من لم يُجَوِّدِ القُرآنَ آثِمُ“.

”جبکہ تمام فقہاء متاخرین بھی اس پر متفق ہیں کہ اتنا علم حاصل کرنا جس سے قواعد تجوید کا لحاظ ہو سکے اور قرآن کا معنی نہ بدلے واجب ہے۔اسی کی طرف امام محمد بن یوسف جزری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ:

''جوشخص قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ نہ پڑھے وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔''

اوراسی کی طرف انہوں نے اپنی کتاب(النشر في القراءات العشر ، بتحقق على محمد الضباع، الناشر المطبعة التجارية الكبرى)میں اشارہ فرمایا ہے کہ:

"ولا شَكَّ أنَّ الأُمَّةَ كما هُم مُتعَبَّدونَ بِفَهمِ مَعاني القُرآنِ العَظيمِ وإقامَةِ حُدودِهِ، كذلكَ هُم مُتعَبَّدونَ بِتَصحيحِ ألفاظِهِ وإقامَةِ حُروفِهِ على الصِّفَةِ المُتَلَقَّاةِ من أَئِمَّةِ القُرَّاءِ والمُتَّصِلَةِ بالنَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ".

''بلاشبہ جس طرح یہ امت پابند ہے اس بات کی کہ وہ قرآن کریم کے معانی کو سمجھے اس کے احکام کو بجالائے اسی طرح وہ اس بات کی بھی پابند ہے کہ قرآن کریم کو اس کے صحیح الفاظ اور قراء کرام کی جانب سے پڑھائے گئے طریقہ تجوید کے مطابق پڑھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح پڑھنا سکھایا گیا ہے۔''

اوراسی بنا پر جوشخص علم تجوید کو پورے کا پورا سیکھنے پر قدرت رکھتا ہے، اسے یہ علم ضرور سیکھنا چاہیئے، کیونکہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں (حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ کے مطابق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فمن كانَ قادِراً على تَعَلمِ أحكامِ التجويدِ لِتَصحيحِ تِلاوَتِه وَجبَ عَلَيهِ أن يَتَعلَّمَ، وإلا فلا، وذلكَ لِقَولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعلى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ".(صحیح مسلم:1862)واللہ تعالی أعلم(رقم الفتوی،6019 بتاریخ 27 ستمبر 2011)

''قرآن کریم کا ماہر اور مشاق بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن کو اٹک اٹک کر اور مشقت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو دوہرا اجر ملے گا۔''

ہم لوگوں نے قرآن کریم کی تجوید وعلم قراءت کی اہمیت کو ملحوظ ہی نہیں رکھا اور اہل علم کے ان فتاویٰ کو بھی سنجیدگی سے نہیں لیا جس کا نتیجہ ہے کہ اکثر خطباء قرآن غلط پڑھتے ہیں اور خاص طور پر گی۔گی۔گی۔گین نن (معذرتاً) کی طرز اور سُر بڑی مشہور ہو چکی ہے۔کئی منبروں پر ایسی مجہول تلاوت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی اہمیت کو سمجھنے والا اس پر تڑپ اٹھتا ہے۔

کیونکہ ہمارے مدارس نے اس کی طرف توجہ دی ہی نہیں۔ اس لیے تمام مدارس کے منتظمین سے تکرار کے ساتھ گزارش کی جاتی ہے کہ اپنے اپنے مدراس کے نصاب پر نظر ثانی کریں اور حفظ حدیث، تدریس ریاض الصالحین اور حفظ قرآن بمعہ تجوید و علم قراءات کا لازمی اضافہ فرمائیں تاکہ مستقل کے خطباء قرآن کریم پبلک میں قرآن کریم کی صحیح قرات کرسکیں۔ اور حفظ حدیث کی برکت سے دین ودنیا میں سرخرو ہوں۔

إن أريد إلا الإصلاح ، وما توفيقى إلا بالله

(ماہنامہ:صراط مستقیم برمنگھم)

تاریخ وتعارف

قُرّاء سبعہ اور ان کا مختصر تعارف

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

قرآن کریم کی قراءات سبعہ سے مراد وہ سات قراءات ہیں جو امت کے سات ائمۂ قراءات سے منقول ہیں۔ یہ تمام قراءات بشمول مزید تین قراءات (کل دس) متواتر ہیں۔ ان کے تواتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم کی قراءات وروایات کو حاصل کیا، اس میں کسی حرف یا کلمہ کیا کسی حرکت وسکون کے حصول میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پھر اسی طرح تابعین عظام رحمہم اللہ نے صحابۂ کرام سے اُسی اہتمام، اتقان اور عمدگی کے ساتھ اس علم کو حاصل کیا۔ پھر تابعین میں سے ایک جماعت نے اپنی زندگی کو علم قراءات کی حفاظت میں صرف کردیا۔ چنانچہ قرآن کریم کو اتقان وتجوید کے ساتھ پڑھا پڑھایا اور اس کے الفاظ، قراءات اور روایات وغیرہ کے ضبط وتحقیق کا بھرپور اہتمام کیا حتیٰ کہ یہی علم ان کی زندگیوں کا اصل مشغلہ اور بنیادی ہدف ومقصود بن گیا۔ وہ اس باب میں امامت وسیادت کے مقام پر فائز ہوگئے۔ اس سلسلہ میں بطور مرجع اُن سے رجوع کیا جانے لگا۔ ان کے اس خصوصی اہتمام، اعتناء اور اتقان کے سبب قراءتیں انہی کی جانب منسوب کردی گئیں اور مرور زمانہ کے ساتھ کہا جانے لگا کہ یہ فلاں امام کی قراءت ہے، یہ فلاں امام کی قراءت ہے، یہ انتساب ایجاد واختراع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ خصوصی التزام ودوام کی بنیاد پر ہے۔

جن ائمۂ کرام نے فارغ البال ہوکر اس عظیم الشان علم کے سیکھنے سکھانے اور اہتمام کرنے کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کردیں وہ حسب ذیل مشہور زمانہ سات مع تین (کل دس) ائمۂ قراءات ہیں، جبکہ ان سے روایت کرنے والے مشہور راویان دو دو ہیں۔ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام نافع بن عبد الرحمن بن ابونعیم المدنی (وفات: ۱۶۹ھ)۔

۲۔ امام عبداللہ بن کثیر الداری المکی (وفات: ۱۲۰ھ)۔

۳۔ امام ابوعمرو زبان بن العلاء البصری (وفات: ۱۵۴ھ)۔

۴۔ امام عبداللہ بن عامر بن یزید الیحصبی الشامی (وفات: ۱۱۸ھ)۔

۵۔ امام عاصم بن ابوالنجود الاسدی الکوفی (وفات: ۱۲۹ھ)۔

۶۔ امام حمزہ بن حبیب الکوفی (وفات: ۱۵۶ھ)۔

۷۔ امام علی بن حمزہ الکسائی الکوفی (وفات: ۱۸۹ھ)۔

(ملاحظہ فرمائیں: العنوان فی القراءات السبع، از: امام ابو طاہر الانصاری السرقسطی، (ص: ۴۰)

۸۔ امام ابوجعفر یزید بن القعقاع المدنی (۱۳۰ھ)۔

۹۔ امام یعقوب بن اسحاق بن زید البصری (۲۰۵ھ)۔

۱۰۔ امام خلف بن ہشام البزار (وفات: ۲۲۹ھ)۔

(دیکھئے: تاریخ القراء العشرۃ ورواتھم..از: شیخ عبدالفتاح القاضی،ص:۹)

ذیل میں ان میں سے ابتدائی سات معروف ترین قراء کرام رحمہم اللہ کی مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱۔ امام نافع بن عبدالرحمن بن ابونعیم المدنی (وفات: ۱۶۹ھ)

امام نافع رحمہ اللہ کی کنیت ابورُوَم یا ابوالحسن یا ابوعبداللہ یا ابو عبدالرحمن یا ابونعیم بتائی جاتی ہے۔ یہ قراءت میں اہل مدینہ کے امام ہیں۔ اہل مدینہ نے ان کی قراءت پر اعتماد کیا تھا اور ان کے اختیار کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابن ابو اویس بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا: کہ میں نے امام نافع سے قراءت پڑھی۔ اور اصمعی بیان کرتے ہیں کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ میری اصل اصبہان ہے۔

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تیسرے طبقے کے ہیں۔ بڑے مخلص اور نیکوکار تھے، حد درجہ سیاہ فام تھے، مرنجاں مرنج طبیعت کے تھے۔ آپ کی وفات خلیفہ ہادی کے دور حکومت میں سنہ ۱۶۹ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

ان سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ ورش:

یہ عثمان بن سعید بن عدی بن غزوان المصری ہیں۔ ورش ان کا لقب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہایت گورے اور سفید فام تھے۔

آپ کی وفات مامون کے دور حکومت میں سنہ ۱۹۷ھ میں مصر میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۷ سال تھی۔

۲۔ قالون:

یہ ابوموسی عیسی بن مینا بن وردان المدنی ہیں۔ امام نافع کے ربیب تھے، انہوں نے ہی انہیں قالون کے لقب سے ملقب کیا تھا، کیونکہ ان کی قراءت بڑی عمدہ تھی، اس لئے کہ رومی زبان میں ''قالون'' عمدہ اور اچھے کو کہتے ہیں۔ ان کے دادا اصلاً رومی تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں قیدی بنا کر مدینہ میں فروخت کر دیا گیا تھا، جنہیں کسی انصاری نے خرید کر آزاد کر دیا تھا، لہٰذا یہ انصار کے مولیٰ ہیں۔

آپ کی وفات مامون کے دور حکومت میں سنہ ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۵ سال تھی۔

۲۔ امام عبداللہ بن کثیر الداری المکی (وفات: ۱۲۰ھ)

امام عبداللہ کی ''الداری'' نسبت کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ ''دارین'' کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ آپ عطار تھے۔ آپ کی کنیت ابو معبد یا ابوبکر یا ابوعباد ہے۔ آپ اپنے بالوں میں خضاب لگاتے تھے۔ جسم بھاری بھرکم تھا، مکہ میں قصہ گوئی کرتے تھے۔ آپ تابعین کے دوسرے طبقے میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں سنہ ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ آپ کی اس تاریخ وفات پر تقریباً تمام قراء کا اجماع ہے۔ مگر علامہ ابوجعفر معروف بہ ابن باذش رحمہ اللہ نے اسے ابوبکر بن مجاہد کی جانب

سے غلطی قرار دیا ہے۔(دیکھئے:الاقناع فی القراءات السبع ص:۱۸)

ان سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ قُنبُل:

یہ محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن خالد بن سعید بن جرجۃ المکی المخزومی ہیں، قنبل ان کا لقب تھا۔آپ کی وفات سنہ ۲۹۱ھ میں ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر ۹۶ سال تھی۔

۲۔ بزی:

یہ احمد بن محمد بن عبد اللہ بن القاسم بن نافع بن أبی بزۃ (بشار) ہیں ۔ اصلاً فارسی ہیں۔ السائب بن صیفی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ حرم کے قاری اور مؤذن تھے۔آپ کی وفات سنہ ۲۵۰ھ میں ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔(الاقناع کے مصنف علامہ ابوجعفر نے ان تاریخوں کی صحت میں شک ظاہر کیا ہے ۔ (دیکھئے: الاقناع فی القراءات السبع ص:۱۹)

۳۔ امام ابوعمرو زبان بن العلاء البصری (وفات: ۱۵۴ھ)

یہ ابوعمرو زبان بن العلاء بن عمار بن العریان بن عبد اللہ بن الحصین ہیں۔آپ غریب و نادر الفاظ، عربی بان، قرآن، شعر، عربوں کے جنگی حالات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔حروف قرآن کی اس قدر تحقیق وجستجو کی کہ امامت کے مقام پر فائز ہوگئے۔اپنے وقت کے امام شعبہ بن الحجاج جیسے کبار ائمہ نے آپ کی امامت کی شہادت دی۔امام ابوعمرو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تیسرے طبقے کے ہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۱۵۴ھ میں کوفہ میں ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر ۸۶ سال تھی۔

آپ سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ دُوری:

یہ ابوعمر حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان الازدی نحوی ہیں۔ دُوری کی نسبت بغداد میں واقع مقام ''دور'' کی طرف ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۴۶ھ میں ہوئی۔

۲۔ سُوسی:

یہ ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبد اللہ بن اسماعیل بن براہیم السُوسی ہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

۴۔ امام عبد اللہ بن عامر بن یزید الیحصبی الشامی (وفات:۱۱۸ھ)

یہ عبد اللہ بن عامر الیحصبی ہیں۔ ولید بن عبد الملک کے دور حکومت میں دمشق کے قاضی، مسجد دمشق کے امام اور مسجد والوں کے رئیس تھے۔آپ کی کنیت ابوعمران ہے، دیگر کنیتیں بھی بتائی گئی ہیں۔

امام عبد اللہ بن عامر تابعین میں سے ہیں، ابوالدرداء، فضالہ بن عبید، واثلہ بن اسقع، معاویہ بن ابوسفیان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سنی ہیں۔آپ طویل قامت تھے، آپ کی داڑھی لمبی تھی۔

قراء سبعہ میں سے صرف عبد اللہ بن عامر اور ابوعمرو اصل

عرب ہیں بقیہ حضرات موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں۔

آپ کی وفات ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں سنہ ۱۱۸ھ میں دمشق میں ہوئی۔

آپ سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ ابن ذکوان:

یہ ابوعمرو عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الفہری الدمشقی ہیں۔ آپ کی پیدائش یوم عاشوراء سنہ ۱۷۳ھ میں ہوئی جبکہ وفات شوال سنہ ۲۴۲ھ میں دمشق میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال تھی۔

۲۔ ہشام:

یہ قاضی وخطیب ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن ابان بن میسرۃ السلمی الدمشقی ہیں۔

آپ کی پیدائش سنہ ۱۵۳ھ میں اور وفات سنہ ۲۴۵ھ میں دمشق میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۲ سال تھی۔

۵۔ امام عاصم بن ابو النجود الأسدی الکوفی (وفات: ۱۲۹ھ)

یہ ابوبکر عاصم بن ابی النجود الکوفی ہیں۔ ابوالنجود کو ابن بہدلۃ بھی کہا جاتا ہے، ان کا نام عبد اور ان کی ماں کا نام بہدلۃ تھا۔ یہ تابعین میں سے ہیں۔ ان سے قراءت اور حدیث بہت سارے لوگوں نے روایت کی ہے۔ سنہ ۷۳ھ میں ابوعبدالرحمن السلمی کی وفات کے وقت قرآن پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا، یہاں تک کہ بنوامیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد جعدی کے دور حکومت میں سنہ ۱۲۹ھ میں کوفہ میں وفات پائے۔

آپ سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ ابوبکر:

یہ ابوبکر بن عیاش بن سالم الحناط الکوفی الأسدی الکاہلی ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ کسی نے شعبہ، کسی نے سالم، اور کسی نے عنترہ کہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے اقوال وارد ہیں۔

ابوبکر کی پیدائش سنہ ۹۴ھ میں اور وفات امین کے دور حکومت میں سنہ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۹ سال تھی۔

۲۔ حفص:

یہ ابوعمر حفص بن ابو داود سلیمان بن المغیرۃ الأسدی الغاضری مولاہم الکوفی ہیں۔ انہیں حفص یا حُفیص کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ یہ اگرچہ حدیث میں ضعیف ہیں مگر قراءت میں ثقہ ہیں۔ ان کی وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

یہی "حفص عن عاصم" کی قراءت عالم اسلام میں سب سے زیادہ معروف ومشہور ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اسی قرأت پر قرآن کی تلاوت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ قرأت بلاد حرمین شریفین، شام، مصر، اسی طرح دیگر ایشیائی ممالک بالخصوص مشرقی ممالک میں رائج ہے جبکہ بلاد مغرب میں ورش اور ابوعمرو کی قرأت رائج ہے۔

۶۔ امام حمزہ بن حبیب الکوفی (وفات: ۱۵۶ھ)

امام حمزہ ابوعمارۃ حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل الکوفی

الزیات الفرضی التیمی ہیں۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور یحییٰ بن آدم رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: حمزہ قرآن کریم اور فرائض میں دیگر لوگوں پر فائق تھے۔ آپ بڑے نیک، تقویٰ شعار اور حدیث میں ثقہ امام تھے۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تیسرے طبقے کے ہیں۔ آپ کی پیدائش سنہ ۸۰ھ میں ہوئی۔ ۱۵ سال کی عمر میں قراءت میں مہارت حاصل کرلی اور سنہ ۱۰۰ھ میں لوگوں کی امامت کرائی۔ ابو جعفر کے دور حکومت میں حلوان کے ''باغ یوسف'' نامی مقام پر سنہ ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۶ سال تھی۔

آپ سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ خلف:

یہ ابومحمد خلف بن ہشام بن طالب بن غراب بن ثعلب البزار الصلحی ہیں۔ آپ قراءت میں امام اور ائمۂ محدثین کے یہاں ثقہ ہیں، امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کیا ہے۔

آپ کی پیدائش رجب سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی جبکہ وفات جمادی الآخرہ سنہ ۲۲۹ھ میں واثق باللہ کے دور حکومت میں بغداد میں ہوئی، اس وقت آپ فرقہ ضالہ جہمیہ کے فتنے کے سبب روپوش تھے۔

۲۔ خلاد:

یہ ابوعیسی خلاد بن خالد الشیبانی الصیرفی الکوفی ہیں۔ علم قراءت ابوعیسیٰ سلیم بن عیسیٰ الحنفی الکوفی کے واسطے سے حمزہ سے حاصل کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول آپ کی وفات سنہ ۲۲۰ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ جبکہ سلیم بن عیسیٰ کی وفات ۱۸۸ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

۷۔ امام علی بن حمزہ الکسائی الکوفی (وفات: ۱۸۹ھ)

یہ ابوالحسن علی بن حمزۃ بن عبد اللہ بن بہمن بن فیروز الکوفی النحوی ہیں۔ کسائی نسبت کے بارے میں سیرت نگاروں کے یہاں کئی اقوال مروی ہیں۔ آپ بڑے راست گو تھے نیز قرآن کریم اور عربی زبان کا وسیع علم رکھتے تھے۔

آپ کی وفات رَی کے ایک گاؤں رنبویہ میں سنہ ۱۸۹ھ میں ہوئی، جب آپ ہارون رشید کے ساتھ خراسان کے لئے رخت سفر باندھے ہوئے تھے۔

آپ سے روایت کرنے والے دو مشہور راویان یہ ہیں:

۱۔ اَبوعمر حفص بن عمر الدوری:

ان کا ذکر ابوعمرو کے راویان کے ضمن میں آچکا ہے۔

۲۔ ابوالحارث:

یہ اللیث بن خالد المروزی ہیں، بعض لوگوں نے البغدادی الجلی کہا ہے۔ ان کی وفات سنہ ۲۴۰ھ میں ہوئی۔

(دیکھئے: الاقناع فی القراءات السبع، از: ابن البَاذِش الغرناطی، ص: (۱۱-۴۴) والعنوان فی القراءات السبع، از: ابو طاہر السرقسطی (ص: ۴۱،۴۱)، والسبعۃ فی القراءات، از احمد بن موسیٰ تمیمی البغدادی (ص: ۵۳-۸۷)، والتیسیر فی القراءات السبع، از اَبوعمر الأندلسی، (ص: ۸۵-۹۴)۔ نیز تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: جامع البیان فی القراءات السبع، از: اَبوعمرو الدانی (۱/۱۵۱-۱/۱۲۲)۔

بحوث ومقالات

حفظ قرآنِ مجید

نصاب اور طریقۂ کار

مولانا اسعد اعظمی (استاذ جامعہ سلفیہ بنارس، یوپی)

تاریخی پس منظر:

قرآن کریم اللہ رب العزت کی آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء وسید الرسل محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ اگر ہم اس عہد کا جائزہ لیں جس میں اس کتاب کا نزول ہوا اور اس قوم کے احوال وکوائف پر نظر ڈالیں جن پر ابتداء یہ کتاب اتری تو اندازہ ہوگا کہ اس عظیم المرتبت آسمانی صحیفہ کی حفاظت وصیانت اور اس کا حفظ واستیعاب کیوں کر ممکن ہوا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ''ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔ کی تکمیل کن وسائل وذرائع سے ہوئی۔

نزول قرآن کے وقت عربوں کے اندر تعلیم اور تہذیب وتمدن کا فقدان تھا۔ اہل مکہ ومدینہ میں گنتی کے چند لوگ تھے جو کسی قدر لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کا تذکرہ ''امیین'' کے لقب سے کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ [الجمعۃ:۲] ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا''۔ اللہ کے رسول ﷺ کا خود فرمان ہے: **''انا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب...''** ''ہم اَن پڑھ قوم ہیں، حساب وکتاب نہیں جانتے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۰۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۱۱)

نبی اکرم ﷺ بھی اسی معاشرے کے ایک فرد تھے۔ تعلیم وتعلم سے آپ کا بھی کوئی سابقہ نہیں تھا۔ قرآن نے ان کو: ﴿النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ﴾ [الاعراف:۱۵۷] کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ اور ایک جگہ یہ فرمایا: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ [الشوریٰ:۵۲] ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے، آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے''۔

مزید فرمایا: ﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ﴾ [العنکبوت:۴۸] ''اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے''۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے پاس آسمان سے پہلی وحی آئی اور آپ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے: **''ما أنا بقارى''** (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۰۳) ''میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں''۔ کہہ کر اپنے عذر کا اظہار فرمایا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اُمی اور اَن پڑھ افراد واقوام کسی واقعے یا تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے کلی طور پر اپنی یادداشت اور حافظہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تحریر وکتابت سے عدم وابستگی کی بنا پر ان کا سارا دارومدار ذہنی ودماغی قوت پر ہوتا ہے۔ ان کے

قلوب واذہان ہی ان کی معلومات کا خزینہ اور علوم معارف کے امین ہوتے ہیں۔علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی لکھتے ہیں:

''اُمی کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اہم امور اور قابل ذکر چیزوں کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں وہ اپنے قوت حافظہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے، خصوصاً جب کہ وہ حفظ واستحضار کی قوت سے بہرہ ور ہو۔ یہ قوت اس کے جمع واستحضار کے لئے مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔عرب قوم نزول قرآن کے وقت مکمل طور سے عروبت کے خصائص سے بہرہ ور تھی۔حافظہ کی تیزی اور ذہنی ارتقا اس کے مظاہر تھے۔**حتی كانت قلوبهم أناجيلهم، وعقولهم سجلات أنسابهم وأيامهم، وحوافظهم دواوين أشعارهم ومفاخرهم.(مناهل العرفان:۱/۲۴۰، دار احياء الكتب العربية)**

نبی اُمی ﷺ پر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ابتداء آپ حضرت جبرئیل سے وحی کے الفاظ سننے کے ساتھ ہی انہیں دہراتے اور جلدی جلدی اپنے حافظے میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتے تھے، تا آنکہ اللہ رب العزت کی جانب سے یہ اطمینان دلایا گیا کہ وحی کی حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہے، آپ نزول وحی کے وقت اسے بغور سنا کریں۔چنانچہ سورۃ قیامۃ میں کہا گیا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِۦٓ ۝١٦ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ ۝١٧ فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ۝١٨ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ﴾ [القیامۃ:۱۶-۱۹]

''(اے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے''۔

اور سورہ طٰہٰ میں یوں تنبیہ کی گئی:

﴿فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ ٱلْمَلِكُ ٱلْحَقُّ ۗ وَلَا تَعْجَلْ بِٱلْقُرْءَانِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰٓ إِلَيْكَ وَحْيُهُۥ ۖ وَقُل رَّبِّ زِدْنِى عِلْمًا﴾ [طٰہٰ:۱۱۴] ''پس اللہ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کر، اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری ہو جائے۔ہاں یہ دعا کر کہ پروردگار میرا علم بڑھا''۔

صحابہ کرام نے نبی اُمی ﷺ سے قرآن سیکھا، اسے اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اس کے اوامر ونواہی کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دی۔صحابہ کرام کی اکثریت نے نبی سے مشافہۃ ہی قرآن سیکھا اور بعد میں آنے والی نسلوں میں سینہ بہ سینہ یہ قرآن منتقل ہوتا گیا۔یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

''ثم ان الاعتماد فى نقل القرآن على حفظ القلوب والصدور، لا على خط المصاحف والكتب وهذه أشرف خصيصة من الله تعالىٰ لهٰذه الأمة...'' ''قرآن کی روایت میں سارا دارومدار سینوں کے حفظ پر ہے نہ کہ صحیفوں اور کتابوں کی تحریر پر اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس امت کو دی جانے والی عظیم خصوصیت ہے''۔(مناہل العرفان:۱/۲۴۲)

ایک حدیث میں کہا گیا ہے:

''وأنزلت عليك كتابا لا يغسله الماء تقرأه نائما ويقظان'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۷۲۰۷)

تلقی اور مشافهه یعنی سماع کے ذریعہ قرآن سیکھنا اور اسے اپنے سینے میں محفوظ کرلینا پھر دوسروں کو اسی طرز پر اسے سکھانا اور حفظ کرانا کتب سماویہ میں سے صرف قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے اور فرمانِ الٰہی: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] کا عظیم مظہر ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں کی تاریخ اور ان میں ہونے والی تحریف اور قطع وبرید سے جولوگ واقف ہیں انہیں اس حقیقت کو سمجھنے میں ادنیٰ تامل نہ ہوگا۔ علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ قرآن کی پیش گوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چوتھی پیش گوئی: کہ قرآن مجید حفظ و یاد رکھا جائے گا۔
﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ [العنکبوت:۴۹] ''یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینے میں رہتی ہیں''۔

ساری کتاب کو حفظ کرلینا ایک اچھوتا خیال تھا، کیونکہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی، اس لئے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر میں حفاظ قرآن پاک یاد کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جاکر کرے گا۔ یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے''۔ (رحمۃ للعالمین: ۳/ ۲۶۲-۲۶۳، مکتبہ رحمت، دیوبند)

اس کے بعد قاضی صاحب ایک اور پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں:

''پانچویں پیش گوئی: کہ قرآن مجید کو حفظ کرلینا آسان ہوگا۔
﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر:۳۲] ''ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے''۔

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو ازبر سنانا شروع کیا تب دوسروں کو بھی امنگ آنی چاہئے تھی اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہئے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کرلیتے، کیونکہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی نہ عیسائی، نہ پارسی نہ ہندو اور نہ اور جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کرلیا ہو، اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلادی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہوجاتا ہے''۔ (رحمۃ للعالمین: ۳/ ۲۶۲-۲۶۳، مکتبہ رحمت، دیوبند)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں آیت:
﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] کی تفسیر کے ضمن میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا تذکرہ یہاں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ علامہ لکھتے ہیں:

''یحییٰ بن اکثم (متوفی ۲۴۲ھ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ خلیفہ مامون کے دربار میں ایک علمی مجلس منعقد ہوئی۔ حاضرین

میں ایک خوش پوش اور وجیہ یہودی بھی تھا، اس نے بھی اچھی تقریر کی۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ مامون نے اسے اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں اس کی حوصلہ افزائی کے لئے کئی چیزوں کا وعدہ بھی کیا۔ اس یہودی نے کہا کہ یہ میرے اور میرے آباء واجداد کا دین ہے۔ (میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں) پھر واپس چلا گیا۔ ایک سال کے بعد وہ مسلمان ہوکر آیا اور فقہ پر اس نے بہترین تقریر کی۔ مجلس کے اختتام پر مامون نے اس کو بلایا اور کہا کہ کیا آپ وہی شخص نہیں ہیں جو کل (گزشتہ سال) کی مجلس میں ہمارے ساتھ بیٹھے تھے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ مامون نے اس کے اسلام لانے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کچھ اس طرح بیان کیا:

آپ کے یہاں سے واپس جانے کے بعد میں نے ان مذاہب کو آزمانا شروع کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری تحریر اچھی ہے، میں نے توریت کے تین نسخے حذف واضافہ کے ساتھ لکھ کر تیار کئے، پھر انہیں فروخت کرنے کے لئے لے گیا۔ وہ تینوں نسخے بک گئے، اس کے بعد میں نے انجیل کے تین نسخے حذف واضافہ کے ساتھ تیار کئے اور وہ بھی فروخت ہوگئے۔ آخر میں قرآن کے تین نسخے حذف واضافہ کے ساتھ لکھے اور انہیں کتب فروشوں کے یہاں لے گیا، انھوں نے ان کا بغور جائزہ لیا۔ جب انھوں نے ان نسخوں میں کمی بیشی دیکھی تو انہیں پھینک دیا اور نہیں خریدا۔ اب مجھے پتہ چل گیا کہ یہ محفوظ کتاب ہے، یہی میرے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ اس سال حج میں میری ملاقات سفیان بن عینیہ سے ہوئی۔ میں نے اس واقعہ کا ان سے تذکرہ کیا، انھوں نے کہا: اس کی تصدیق تو خود کتاب اللہ میں موجود ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کہاں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت وانجیل کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿...بِمَا ٱسۡتُحۡفِظُواْ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ﴾ [المائدة:۴۴] ''انہیں اللہ کی کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا''۔ چنانچہ ان کتابوں کی حفاظت کا ذمہ انہیں دیا تو وہ ضائع ہوگئیں اور قرآن کے بارے میں فرمایا کہ: ﴿إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ''ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی خود حفاظت فرمائی، اس لئے یہ ضیاع سے محفوظ رہی''۔ (تفسیر القرطبی: ۱۰/۵-۶، ط:۱۹۶۷ء القاہرہ)

حفظ قرآن کا اہتمام عہد حاضر میں:

مسلمانوں نے ہر دور اور ہر مقام میں قرآن کے حفظ وقرأت کا اہتمام کیا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت آج بھی اپنے نونہالوں کی تعلیم کا آغاز قاعدہ بغدادی، یسرنا القرآن اور قرآن مجید سے کرتی ہے۔ جدید تعلیم گاہیں اور خوشنما نرسری اسکول اگرچہ اس روایت پر اثر انداز ہوئے ہیں، پھر بھی مجموعی اعتبار سے مسلمان قرآن کریم ہی سے اپنے بچوں کی تعلیم کی ابتدا کو ترجیح دیتے ہیں۔

مدارس کی تاریخ اور مسلمانوں کے یہاں مدارس کے اہتمام سے کون ناواقف ہوگا، مسلمان جہاں بھی آباد ہوتے ہیں، شعائر تعبدیہ کی ادائیگی کے لئے مسجد اور بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب یا مدرسہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آبادی کے پھیلاؤ اور اضافے کے ساتھ دیگر چیزوں کی طرح مدارس کی تعداد میں اضافہ ہونا فطری امر ہے۔ اللہ کے فضل سے دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے یہ مدارس قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ دیگر علوم

شرعیہ وضروریہ کی تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ان مدارس میں سے اکثر میں قرآن کریم کی تحفیظ وتجوید کا مستقبل شعبہ ہوتا ہے، جس میں حفاظ وقراء حضرات کی نگرانی میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد قرآن حفظ کرتی ہے۔

موجودہ دور میں حفظ قرآن کے مستقل مدارس کا قیام بھی ایک خوش آئند اقدام ہے۔اس قسم کے مدارس حفظ قرآن کے متخصص مراکز کہے جاسکتے ہیں، جہاں قرآن حفظ کرانے کا عمدہ نظم ہوتا ہے۔ یہ مراکز کارکردگی کے اعتبار سے اپنی اپنی شناخت قائم کئے ہوئے ہیں اور عوام وخواص کی توجہ کا مرکز ہیں۔

سعودی عرب کے تقریباً تمام علاقوں میں شام کو بعد نماز عصر تا عشاء بچوں کو قرآن حفظ کرانے کے لئے مساجد میں تحفیظ القرآن کے حلقے قائم ہیں۔ مدرسوں اور اسکولوں سے واپس آنے اور آرام کرنے کے بعد بچے ان حلقوں میں بیٹھ کر اساتذہ کی نگرانی میں قرآن حفظ کرتے ہیں، اس طرح وہ وقت کے ضیاع اور لہو و لعب سے بھی بچ جاتے ہیں اور قرآن سے اپنے سینے کو منور بھی کر لیتے ہیں۔ اس طرح سالانہ ہزاروں بچے ان حلقوں سے حافظ قرآن بن کر نکلتے ہیں۔ یہ حلقے جیلوں کے اندر بھی قائم کئے گئے ہیں اور بسا اوقات قرآن حفظ کرنے پر قیدیوں کی سزا میں تخفیف بھی کردی جاتی ہے۔ دیگر ممالک میں بھی اس قسم کے حلقوں کے قیام کا پتہ چلا ہے۔

عصر حاضر میں حفظ قرآن کے اہتمام کا ایک مظہر وہ مقابلے بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً ملکی یا بین الاقوامی سطح پر منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اسلامی ممالک میں حکومت کی جانب سے اس کا اہتمام ہوتا ہے اور عموماً مسلم تنظیمیں اور انجمنیں اس طرح کے مقابلوں کا انعقاد کرتی ہیں۔ان مقابلوں کے انعقاد نے طلبہ میں ایک نیا جوش وخروش پیدا کر دیا ہے۔ان مسابقوں کی وجہ سے حفظ کے طلبہ کے حفظ واتقان اور تلاوت وتجوید میں خاطر خواہ بہتری آئی ہے، ساتھ ہی اس جانب لوگوں کی رغبت بھی بڑھی ہے۔ سعودی حکومت کی جانب سے ہر سال مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والا حفظ کا بین الاقوامی مسابقہ خاص طور سے لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے۔

بعض عرب و اسلامی ممالک میں اسلامی و دعوتی تنظیمیں مدارس و اسکول کی لمبی چھٹیوں میں مسلم بچوں کو مفید کاموں میں مشغول رکھنے اور لہو ولعب سے بچانے کے لئے حفظ قرآن کا قلیل المدتی پروگرام وضع کرتی ہیں، جن میں طلبہ قرآن کے مخصوص اجزاء یا سورتیں یا مکمل قرآن حفظ کرتے ہیں۔

دو تین سالوں سے اس نوعیت کا ایک انوکھا پروگرام مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کے منتظمین نے اس کی مدت کل دو ماہ (۶۰/دن) رکھی ہے۔اس میں شریک ہونے والا طالب علم اس مدت میں ہر قسم کی مشغولیتوں سے آزاد مکمل طور سے اپنے اساتذہ ونگراں کے زیر نگرانی اور زیر کفالت رہتا ہے اور مجوزہ نظام الاوقات کی پابندی کرتے ہوئے قرآن حفظ کرتا ہے۔ پہلے سال اس پروگرام میں صرف ۱۴/طلبہ شریک تھے، ان میں سے دبئی کے ایک ۱۶/سالہ طالب علم نے صرف ۲۷/دن میں پورے قرآن کا حفظ کرلیا تھا، بقیہ طلبہ نے ۳۵/ سے ۶۰/دن کے درمیان کی مدت میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اس کے بعد پروگرام کی مقبولیت بڑھتی گئی اور گزشتہ سال اس پروگرام میں شرکت کے خواہش مند طلبہ کی درخواستوں کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سے صرف (۶۰) افراد کو منتخب ہونا تھا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجلہ الفرقان (کویت)، شمارہ نمبر:۲۹۹،

۲۸/جون ۲۰۰۴ء)

نصاب:

حفظ قرآن کے نصاب پر گفتگو کرتے وقت ضروری ہے کہ ان امور ومسائل پر بھی ایک نظر ڈالی جائے جو نصاب کی کمیت و کیفیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً: طالب علم کی عمر، صلاحیت، گھریلو ماحول، دارالاقامہ کا ماحول، مدرسہ کا نظام، تعلیم میں تدریج کے اصول وغیرہ۔

۱- عمر: تحفیظ القرآن کے شعبوں یا مدرسوں میں زیر تعلیم طلبہ کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف عمر کے طلبہ حفظ قرآن کے عمل میں مشغول ہیں، عام طور سے اس شعبہ میں داخلہ کے لئے عمر کی ابتدا یا انتہا کی کوئی قید نہیں ہوتی، الا ماشاء اللہ۔ بعض لوگ اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کی تکمیل کے بعد اس شعبہ میں داخل کردیتے ہیں تو بعض لوگ پرائمری درجات کی تکمیل کے بعد داخل کرتے ہیں۔ اس طرح ان دونوں قسم کے بچوں کی عمر میں ۵/برس کا تفاوت ہوجاتا ہے۔ عالمیت یا فضیلت کی تکمیل کے بعد بھی بعض طلبہ حفظ قرآن کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

بچپن کا زمانہ ہی حفظ کے لئے مناسب اور بہتر مانا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے: **"التعليم فى الصغر كالنقش على الحجر، والتعليم فى الكبر كالنقش على الماء"(التربية الاسلامية و فلا سفتها، محمد عطية الابراشى ص:۱۱۵، ط: ۱۹۶۹ء ،مصر)** "بچپن کی تعلیم پتھر کی لکیر کے مانند ہوتی ہے اور بڑے ہونے کے بعد حاصل کی جانے والی تعلیم پانی پر نقش بنانے کے مترادف ہے"۔

لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ مہد سے لحد تک تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس کی ضرورتیں پیش آتی ہیں۔

طالب علم کے حفظ اور آموختہ کے لئے جو مقدار متعین کی جائے اس میں دیگر امور کے ساتھ اس کی عمر کا بھی خیال رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ کوئی ایک نصاب یا متعینہ مقدار چھوٹے بڑے سب پر یکساں طور پر تھوپ دی جائے۔

۲- صلاحیت: طلبہ چھوٹے ہوں یا بڑے صلاحیت اور ذہانت کے اعتبار سے بھی ان میں تفاوت ہوتا ہے۔ نصاب کی تحدید کے وقت اس تفاوت کو نظر انداز کرنا تربیتی اعتبار سے حد درجہ مضر ہے۔ پروفیسر عطیہ محمد الابراشی لکھتے ہیں:

"جدید علم النفس ایک عرصہ کے تجربات اور بحث وگفتگو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ہر انسان کی عقل یکساں نہیں ہوتی، بہت سے عقلی امتحانات سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک ہی عمر کے بچوں کی عقل میں تفاوت ہوتا ہے، اگرچہ وہ ایک ہی قوم اور جنس سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں... ہر مدرس کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ کوئی سبق بھی تمام طلبہ کے لئے یکساں مفید نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ان کی عقلی قوت یکساں نہیں ہے۔ علمائے نفس کا خیال ہے کہ معلم کو درس دیتے وقت اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے تا کہ وہ اپنے عمل میں کامیاب ہو۔ اس کا فرض ہے کہ تلمیذ کو اتنا ہی بتائے اور سکھائے جو اس کی ذہنی وعقلی استعداد کے مطابق ہو..."۔ (فلسفہ تعلیم وتربیت، عطیہ محمد الابراشی، ترجمہ رئیس احمد جعفری، ص:۱۴۹، ط: صفا شریعت کالج، ۲۰۰۴ء)

۳- گھریلو ماحول: دارالاقامہ میں مقیم طلبہ اور اپنے والدین کے ساتھ گھر پر رہنے والے طلبہ کے مابین فرق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ گھر پر رہنے والے بچوں میں بعض غیر درسی اوقات میں اپنے والد کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہیں یا اس قسم کی کچھ دوسری ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ہوتی ہیں، جس کی

وجہ سے وہ گھر پر سبق یا آموختہ کے لئے بہت کم وقت نکال پاتے ہیں۔ ایسے طلبہ بھی ہوتے ہیں جو گھر میں رہتے ہیں مگر ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد ہوتے ہیں، لیکن ان کے گھر کا ماحول پڑھائی لکھائی کے لئے سازگار نہیں ہوتا۔ بہرحال اگر طالب علم کے ساتھ کوئی معقول عذر ہے تو معلم اس کو ملحوظ رکھے۔

حفظ کے جو طلبہ مدرسہ کے ہاسٹل میں رہتے ہوں اور اسی عمل کے لئے متفرغ ہوں وہ گھروں میں رہنے والے طلبہ کے مقابل زیادہ وقت پاتے ہیں، لہٰذا ان کے لئے درس و آموختہ کی جو مقدار متعین کی جائے گی وہ دوسروں سے مختلف ہوگی، البتہ دارالاقامہ کے ماحول پر بھی توجہ دینی ہوگی اور طلبہ کی ضرورت سے زائد آزادی اور گھومنے پھرنے سے محفوظ رکھنے کے لئے نگرانی اور توجہ درکار ہوگی۔

بعض مدارس کے دارالاقاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ کسی طرح کی نگرانی یا نظام سے بالکل آزاد ہیں۔ درس کے محدود اوقات کے بعد طلبہ کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، وہ بلا روک ٹوک مناسب اور نامناسب جگہوں پر جاتے آتے ہیں۔ دوسرے دن صبح میں کلاس میں حاضر ہونے سے پہلے تک انہیں اپنے درس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اسی قسم کے مدارس میں طلبہ سات سات، آٹھ آٹھ سال تک وقت گزاری کرتے ہیں اور بمشکل حفظ مکمل کر پاتے ہیں۔

تعلیم میں تدریج کا اصول:

تدریس کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بتدریج آگے بڑھا جائے۔ یکبارگی طالب علم پر اتنا بوجھ نہ ڈال دیا جائے کہ وہ گھبرا جائے اور تعلیم سے متنفر ہو جائے یا شروع ہی میں مشکل اور پیچیدہ مسائل اس کے سامنے رکھ دیے جائیں۔

ماہرین تعلیم و تربیت معلمین کو نصیحت کرتے ہیں کہ:

- معلوم سے نامعلوم کی طرف چلیں۔
- آسان سے مشکل کی طرف چلیں۔
- سادہ سے پیچیدہ کی طرف چلیں۔
- ٹھوس سے مجرد کی طرف چلیں۔
- خاص سے عام کی طرف چلیں۔
- مکمل سے اجزاء کی طرف چلیں۔
- مستثنیات سے پہلے عام قاعدے سکھائیں۔ الخ

(فن تعلیم و تربیت: افضل حسین، ص ۲۷۸-۲۸۵، ط ۴، ۲۰۰۴ء مرکزی مکتبہ اسلامی)

تدریج کے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے حفظ کی تعلیم میں بھی طلبہ کو ابتدا میں کم اور آسان سبق دینا چاہئے، پھر دھیرے دھیرے اس میں اضافہ کیا جائے۔ آسان سے مراد یہ ہے کہ اگر شروع میں جزعم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کرائی جائیں، پھر دھیرے دھیرے بڑی سورتوں کی طرف بڑھایا جائے تو مبتدی طلبہ کو اس سے آسانی ہوتی ہے۔ سلف کی تحریروں میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التبیان فی آداب حملة القرآن" میں مصحف کی ترتیب سے قرآن کی تلاوت کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"و أما تعليم الصبيان من آخر المصحف الى أوله فحسن، ليس هذا من هذا الباب، فان ذلك قرأة متفاضلة فى أيام متعددة مع ما فيه من تسهيل الحفظ عليهم"(التبيان فى آداب حملة القرآن، ص:۷۰، ط:۳، ۱۴۰۷ھ، بيروت)

نصاب اور درس و آموختہ کی تعیین کے وقت ان تمام امور کا

لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس معاملہ میں معلم قرآن کو متنبہ رہنا چاہئے۔ طلبہ کے مابین مذکورہ باہمی فرق کا اعتبار کئے بغیر سب کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا تدریسی حکمت کے خلاف ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اگر ایک طبیب تمام بیماروں کا ایک ہی نسخہ لکھے اور ایک ہی دوا سے علاج کرے تو اکثر کی ہلاکت کا باعث ہوگا، بالکل یہی حال تربیت دہندہ کا ہے۔ اگر وہ اپنے زیر تربیت لڑکوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے گا تو انہیں ہلاک کردے گا اور ان کے قلوب پر موت طاری کردے گا۔ تربیت دہندہ کا فرض ہے کہ اپنے زیر تربیت لڑکوں میں سے ہر ایک کے حال، عمر اور مزاج کے مطابق ان کے لئے راستہ تجویز کرے اور ان کے لئے وہی ریاضت تجویز کرے جس کے وہ متحمل ہوسکیں''۔ (احیاء علوم الدین: ۶۷/۳، ط:۱، ۲۰۰۰ء، دار صادر بیروت)

ان تمام امور کی رعایت کے ساتھ ساتھ حفظ کی تکمیل کے لئے ایک تقریبی مدت کی تعیین ضروری ہے جو ڈھائی سے تین سال کے آس پاس ہو اور کسی ناگزیر سبب کے بغیر طالب علم کو اس مدت سے تجاوز کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

طریقۂ کار:

نصاب سے متعلق گفتگو کے بعد طریقۂ کار اور عملی تطبیق کے پہلوؤں پر بھی غور کرلینا چاہئے تاکہ حفظ کے عمل کو زیادہ منظم اور تدریس کے اصولوں سے ہم آہنگ بنایا جاسکے۔

واضح رہے کہ عمومی طور پر تعلیم کے عمل میں معلم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ایک کامیاب اور تجربہ کار معلم جو اخلاص اور محنت و لگن کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا ہے اس کی تدریس کے عمدہ نتائج سامنے آتے ہیں اور اس کے اثرات کو محسوس کیا جاتا ہے۔

قرآن کی تحفیظ پر مامور معلم کو عام معلمین کے اندر مطلوبہ صفات سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کی عظمت، جلالت شان اور اس کے تقدس کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''**التبیان**'' میں ''**آداب معلم القرآن و متعلمه**'' (ملاحظہ ہو: التبیان، ص: ۲۶-۴۰) کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ اسی طرح علامہ آجری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''**أخلاق أهل القرآن**'' میں ایک باب ''**أخلاق المقرئ اذا جلس يقرأ ويلقن لله عزوجل، ماذا ينبغي له أن يتخلق به**'' (ملاحظہ ہو: اخلاق أهل القرآن، ص:۱۱۱-۱۳۴، ط:۱، ۱۴۰۶ھ، بیروت) کے عنوان سے قائم کیا ہے اور معلم قرآن کے اندر مطلوبہ صفات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، کاش کہ اس عمل سے وابستہ حضرات ان کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتے اور ان کی ہدایات سے استفادہ کرتے۔ اس مختصر مقالے میں ان صفات کی تبیین و تشریح باعث طوالت ہوگی، اس لئے اس حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے کچھ اہم اور قابل توجہ امور کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱- ترتیل و تجوید کا اہتمام:

قرآن کو مخارج حروف کی رعایت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا شرعاً وعرفاً مطلوب ہے۔ قرآن عربی زبان کی کتاب ہے، اس کے حروف کے مخارج وصفات پر ماہرین نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان حروف کے نطق وادائیگی میں بے اعتنائی ولا پروائی سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، خاص طور سے ہماری اردو اور ہندی زبان میں عربی زبان کے بظاہر متشابہ حروف کو یکساں طور پر ادا کیا جاتا ہے اور بے خبری میں قرآن پڑھتے وقت بھی اس پر دھیان نہیں دیا جاتا۔ مثلاً ھ اور ح میں فرق۔ س، ش، ص، ث کی

ادائیگی میں تمیز۔ ذ، ز، ظ، ض کے تلفظ میں امتیاز پر توجہ نہیں دی جاتی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، راقم کا مضمون بعنوان: چھوٹی سین بڑی سین، مطبوعہ مجلہ آثار جدید مئو، نومبر ۱۹۹۷ء)

اس لئے ضروری ہے کہ حفظ میں داخلہ لینے والے طالب علم کی سب سے پہلے نطق اور مخارج کی اصلاح کرائی جائے، اس کے لئے اگر کوئی مدت مخصوص کرلی جائے تو بہتر ہے تاکہ حفظ شروع کرانے میں زیادہ تاخیر نہ ہو۔ اس موضوع کی ابتدائی کتابوں سے بھی مدد لینا چاہئے۔ ابتداءً نطق ومخارج کی اصلاح کے بعد حفظ کا کام شروع کرادیا جائے، بعدہٗ حفظ کی پوری مدت میں تجوید کی کتابیں پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ پڑھائی جاتی رہیں۔ اس بات پر تنبیہ کی ضرورت اس لئے پڑی کہ بسا اوقات ایسے حفاظ سے سابقہ پڑتا ہے جن کی قرأت سن کر بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ ان کی قرأت میں **یعلمون تعلمون** کے علاوہ کوئی چیز واضح نہیں ہوتی، پڑھتے وقت حروف کٹ جاتے ہیں۔ بسا اوقات حذف واضافہ کے بھی وہ مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ سراسر قرآن کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

۲۔ درس کا طریقہ:

طالب علم کو جو سبق دیا جائے پہلے باتجوید اس کا ناظرہ پڑھایا جائے، جس میں ترتیل وتجوید کی رعایت کے ساتھ اعراب کی صحت، رموز اوقاف اور دیگر ضروری چیزوں کا خیال رکھا جائے۔ اگر ممکن ہو تو ایک سے زائد بار طالب علم سے سبق کے حصے کا ناظرہ پڑھوایا جائے، بالخصوص جبکہ طالب علم سے غلطیوں کا صدور ہورہا ہو۔

ابتدا میں استاد کو چاہئے کہ طالب علم کو حفظ کا طریقہ بتلائے، مثلاً یہ کہ جس آیت کو یاد کرنا ہے اسے دیکھ کر دو تین بار پڑھے۔ اگر آیت لمبی ہے تو تھوڑا تھوڑا کرکے اسے یاد کرے، پھر ایک حصے کو دوسرے حصے سے ملاکر پڑھے اور یاد کرے، پھر دوسری آیت کا حفظ شروع کرے۔

اسے مکمل یاد کرنے کے بعد دونوں آیتیں ملاکر پڑھے، اسی طرح ملا ملا کر پورا سبق یاد کرے۔

مقررہ حصہ یاد کرنے کے بعد اس کو اس طرح پڑھے گویا اپنے آپ کو سنا رہا ہے، بعدازاں یاد کردہ حصہ قرآن مجید کو دیکھ کر بھی پڑھے، تاکہ اندازہ ہوجائے کہ کیسا اور کتنا یاد ہے اور کہیں کسی طرح کی کوئی غلطی تو نہیں ہورہی ہے۔ اس کے بعد استاذ محترم کو پورا سبق سنائے۔

ہر نئے سبق کو پچھلے سبق سے ملاکر پڑھنا بھی ضروری ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہوجائیں۔

۳۔ آموختہ کیوں اور کیسے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کی حفاظت کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، یہ قرآن بندھے ہوئے اونٹ سے کہیں زیادہ تیزی سے بھاگ نکلنے والا ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۳۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۹۱)

ایک دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صاحب قرآن کی مثال بندھے اونٹ کے مالک کی سی ہے جب تک وہ اس کا خیال رکھتا ہے وہ بندھا رہتا ہے اور اسے چھوڑ دے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۳۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۸۹)

یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں گویا اس بات پر تنبیہ ہیں کہ قرآن کے حفظ کردہ حصے کا بار بار مراجعہ کرتے رہنا ہی اس کی بقا اور حفظ کی ضمانت ہے اور اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی محفوظ

حصے کو غیر محفوظ بنا سکتی ہے۔اس لئے استاذ اپنے طلبہ کو ہمیشہ سبق کے ساتھ ساتھ آموختہ کو بھی دہرانے کی ہدایت کرتا رہے اور اس کے لئے اسے باقاعدہ ایک نظام عمل بنا دینا چاہیے، مثلاً جب ایک ربع یا نصف کا حفظ ہوجائے تو آگے کا سبق لینے سے پہلے اس کا مراجعہ ضروری ہو۔

اسی طرح ایک پارہ یا ایک سورہ مکمل ہونے کے بعد اس کا مراجعہ ضروری ہو۔ ہفتہ بھر میں جتنا حفظ کیا جائے ہفتہ کے آخری دن اس کا مراجعہ ضروری ہو۔ ایسے ہی مہینہ، تین مہینے، چھ مہینے اور سال بھر کا بھی مراجعہ کرایا جائے۔ ہفتہ کے آخری دن ہر طالب علم کے لئے ایک مخصوص مقدار متعین کی جائے جسے وہ دو رکعت نماز میں جہراً پڑھ کر سنائے، پیچھے باقی طلبہ اس کی اقتدا کریں اور باری باری تمام طلبہ اس عمل کو انجام دیں۔ اس سے حفظ شدہ حصے کا مراجعہ بھی ہوگا اور امامت اور قرأت کی بھی تربیت ہوگی، استاذ کی نگرانی اس عمل میں ضروری ہے۔

مذکورہ بالا طریقوں کے علاوہ مراجعہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روزانہ سبق کے ساتھ کم از کم ایک پارے کا آموختہ سنانے کا طالب علم کو مکلف بنایا جائے۔ جب آموختہ سبق تک پہنچ جائے تو پھر ابتدا سے سنانا شروع کرے اور مستقل اس عمل کو جاری رکھے۔

۴- حفظ کے اوقات:

یوں تو ہر مدرسہ میں تدریس کے اوقات متعین ہوتے ہیں جو پانچ سے چھ گھنٹے کے بیچ ہوتے ہیں۔ حفظ کے شعبے بھی عموماً انہی اوقات کے پابند ہوتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شعبہ کچھ زیادہ وقت اور توجہ کا متقاضی ہے۔

صبح سویرے انسان کا ذہن ودماغ تروتازہ ہوتا ہے اور اس کے جسم میں نشاط اور تازگی ہوتی ہے، اس وقت حفظ کرنا بے حد مفید مانا جاتا ہے۔

''تکان، بیزاری اور صدمے وغیرہ کی حالت میں کچھ حفظ کرانا صحت کے لئے مضر بھی ہوتا ہے اور کافی وقت اور محنت صرف کرنے کے باوجود خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی، اس لئے ہمیشہ ایسے وقت یاد کرایا جائے جب دماغ تروتازہ ہو'۔(فن تعلیم وتربیت، افضل حسین، ص:۲۵۵)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ حفظ کے طلبہ کو فجر کی نماز سے فراغت کے بعد یاد کرنے کے لئے بیٹھا دیا جائے۔ کم از کم دو گھنٹے کے بعد انہیں ناشتہ اور کچھ آرام کا موقع دیا جائے، پھر وہ واپس آئیں اور حفظ میں مشغول ہوجائیں۔ ظہر سے کچھ پہلے تک اس میں لگے رہیں۔ ظہر کے بعد کھانا کھائیں اور آرام کریں۔ عصر کی نماز کے بعد کچھ دیر پڑھیں اور پھر ورزش اور سیر وتفریح کا انہیں موقع دیا جائے۔ بعد نماز مغرب پھر ان کی نشست ہو اور عشاء کے کچھ پہلے انہیں فارغ کیا جائے۔

اس طرح مجموعی طور پر دس تا بارہ گھنٹے حفظ کے طلبہ اپنے سبق و آموختہ سے جڑے رہیں، الحمدللہ جامعہ سلفیہ بنارس میں اس کا اہتمام ہے اور اس شعبے کے اساتذہ اس پر بھرپور توجہ دیتے ہیں۔

۵- شعبۂ حفظ کی درس گاہ:

اس شعبہ کی درس گاہیں نسبتاً کشادہ ہوں تو بہتر ہے، تاکہ طلبہ جگہ لے کر آرام سے بیٹھیں اور یاد کریں۔ بیٹھنے میں ہر دو طالب علم کے مابین فاصلہ ہونا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کی آواز سے زیادہ خلل نہ ہو۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ بعض طلبہ کو بھیڑ بھاڑ میں اور آواز وشوروغل میں یاد کرنے میں سہولت معلوم ہوتی ہے اور بعض کو پرسکون ماحول میسر نہ ہو تو انہیں یاد کرنا دشوار

ہوتا ہے۔

یہاں اس امر کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک استاذ کے زیر نگرانی اتنے ہی طلبہ رکھے جائیں جن کی تعلیم کا وہ حق ادا کر سکے۔ طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں ہر طالب علم کو وہ مطلوبہ وقت نہیں دے پائے گا اور تعلیم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

۶۔ تعطیل کلاں میں بھی سبق:

شعبۂ حفظ کے طلبہ کو لمبی چھٹیوں میں بالکل آزاد چھوڑ دینا بہت ہی مضر ہے، اس لئے استاذ کو چاہئے کہ تعطیل شروع ہونے سے پہلے ہر طالب علم کو اس کی وسعت کے مطابق تعطیل کی مدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سبق کی تحدید کردے، جسے طالب علم چھٹی سے واپس آنے کے بعد استاذ کو سنائے، آموختہ کے مراجعہ کی بھی تاکید رہے اور چھٹی کے بعد اس کا بھی محاسبہ ہو۔

بعض معلمین کی تو یہ رائے ہے کہ شعبۂ حفظ کے طالب علم کی کوئی چھٹی ہی نہ ہو، جب تک وہ حفظ کی تکمیل نہیں کر لیتا، اسے اسی کام میں لگے رہنا چاہئے، اس لئے کہ چھٹیوں کے بعد عموماً طلبہ میں تکاسلی اور بے رغبتی محسوس کی جاتی ہے اور تعلیمی نشاط کے اعادہ میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔

۷۔ احکام ومسائل کی تعلیم:

حفظ کی تکمیل کے بعد بعض طلبہ دینی تعلیم کے حصول میں لگ جاتے ہیں اور حفاظ کی اچھی خاصی تعداد صرف حفظ ہی پر اکتفا کرتی ہے۔ اول الذکر گروپ تو تعلیم حاصل کرکے تلاوت و امامت کے احکام ومسائل سے روشناس ہوجاتا ہے، مگر جو طبقہ اس تعلیم سے محروم رہتا ہے احکام ومسائل کے تعلق سے وہ کافی الجھنوں کا شکار رہتا ہے، اس لئے حفظ کے ساتھ ساتھ ان مسائل کی کچھ تعلیم بھی طلبہ کو دی جانی چاہئے، جن مسائل سے حفاظ کو عموماً سابقہ پڑتا ہے۔ مثلاً سجدۂ تلاوت، سجدۂ سہو، طہارت اور اس قسم کے دیگر مسائل، بالخصوص جو امامت سے متعلق ہوں۔ کاش کہ اس قسم کے مسائل پر مشتمل کوئی جامع اور آسان کتاب تحریر ہوتی جو شعبۂ حفظ کے طلبہ کے لئے مقرر کی جاتی۔

احکام ومسائل کی تعلیم کے ساتھ قرآن پڑھنے پڑھانے کے آداب وفضائل کی تفہیم بھی شعبۂ حفظ کے طلبہ کو ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے مقام ومرتبہ کو پہچانیں اور اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کریں۔ افسوس کہ بے عمل و بد اخلاق حفاظ بڑھتے جارہے ہیں اور بسا اوقات منبر ومحراب کے تقدس کو بھی پامال کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کے کلمات وحروف سے اپنے سینے کو وہ معمور رکھے ہوتے ہیں، مگر اس کے مفاہیم ومعانی سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "رب قارئ للقرآن والقرآن يلعنه" (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ اثر مروی ہے) یعنی کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو قرآن خود لعنت کرتا ہے، بایں طور کہ وہ قرآن میں پڑھتا ہے:

﴿أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [هود:۱۸]

﴿فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰذِبِينَ﴾ [آل عمران:۶۱]

جبکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے، کاذب ہوتا ہے، گویا اس طرح اس نے اپنے آپ پر لعنت بھیجی۔

"أعاذنا الله من الخذلان".

"اللهم اجعل القرآن ربيع قلوبنا ونور صدورنا وجلاء أحزاننا وذهاب همومنا.

حافظِ قرآن کی عظمت اور اس کا مرتبہ

شیخ محمد اسلم مبارک پوری (جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئو)

جس طرح قرآن کریم کی عظمت واہمیت پر تمام لوگوں کا اجماع ہے اسی طرح حافظ قرآن کی عظمت ورفعت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔اس کی یہ عظمت ومکانت قرآن مجید کے حفظ کرنے کی وجہ سے ہے اور قرآن کی عظمت ہی سے مربوط ہے۔اسی حفظ کی بنا پر نصوص شرعیہ اور اسلامی معاشرہ میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اور کیوں نہ ہو؟ اس نے تو قول ثقیل کو اپنے سینوں میں اتار لیا اور اللہ کی اس امانت کو اطاعت الٰہی کے اجر وثواب کو دیکھ کر اسے اٹھانے پر آمادہ ہوگیا۔ درج ذیل میں حافظ قرآن کی عظمت اور اس کے مرتبہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں رب تعالی کی توفیق سے پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔دعا ہے کہ اسے شرف قبولیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

حافظ قرآن کی فضیلت:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ، لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ. [صحیح بخاری (5020) صحیح مسلم (797)]

اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اترجہ (نارنگی) کے مانند ہے۔اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور مزہ بھی بہتر ہے۔اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے اس کی مثال کھجور کی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں اور اس کا مزہ تو میٹھا ہے اور وہ منافق جو قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال پھول کے مانند ہے جس کی خوشبو ٹھیک ہے اور مزہ کڑوا ہے اور وہ منافق جو قرآن نہیں پڑھتا ہے، اس کی مثال ایلوہ کی طرح ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں اور اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے۔

اس حدیث کے فوائد ذکر کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **فيه فضيلة حافظ القرآن.** [شرح مسلم نووی: 83/6] اس میں حافظ قرآن کی فضیلت ہے۔

حافظ قرآن کی عظمت ومنزلت دنیا میں:

1- حافظ قرآن قابل رشک ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ،

فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ، وَآنَاءَ النَّهَارِ. [صحیح بخاری (7529) صحیح مسلم(815)]

دو چیزوں میں حسد نہیں ہے۔ایک ایسا آدمی جس کو اللہ تعالی نے حافظ قرآن بنا دیا ہے۔وہ صبح وشام اس کی تلاوت کرتا ہے اور دوسرا آدمی وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا ہے اور وہ صبح وشام اللہ کے راستوں میں خرچ کرتا ہے۔

2۔ حافظ قرآن بنا صرف امت محمدیہ کا امتیاز ہے:

حافظ قرآن کا رتبہ اور مقام ومرتبہ اسلام کی نظر میں بہت بلند اور عظیم ہے۔اللہ تعالی نے قران مجید کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے رکھی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں رب الجلال والاکرام نے قرآن کی عظمت واہمیت کو دوٹوک الفاظ میں بیان کیا ہے۔قرآن کریم کی حفاظت کا ایک اہم اور لامتناہی ذریعہ حفظ قرآن ہے۔کسی بھی آسمانی صحائف اور کتب سماویہ کو حفظ کرنے کا امتیاز صرف قرآن عظیم کو اور امتوں میں صرف امت محمدیہ کا حاصل ہے۔امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أُعْطِيَتْ هَذِهِ الأُمَّةُ الْحِفْظَ، وَكَانَ مَنْ قَبْلَنَا لا يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ إِلا نَظَرًا، فَإِذَا أَطْبَقُوهُ لَمْ يَحْفَظْ مَا فِيهِ إِلا النَّبِيُّونَ. [تفسیر یحیی بن سلام(2/635)]

کتاب اللہ کو یاد کرنے کا امتیاز صرف اس امت کو حاصل ہے۔سابقہ امتیں اپنی طرف نازل کردہ کتابوں کو صرف بطور ناظرہ پڑھا کرتی تھیں اور جب کتابوں کو بند کر دیا جاتا تو (کوئی پڑھ نہیں پاتا تھا) سوائے انبیائے کرام کے کسی اور کو ان کتابوں کے یاد کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں قرآن مجید کی حفاظت کے طریقوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَفِيهِ وُجُوهٌ: الْأَوَّلُ: لِلْحِفْظِ فَيُمْكِنُ حِفْظُهُ وَيَسْهُلُ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ كُتُبِ اللَّهِ تَعَالَى يُحْفَظُ عَلَى ظَهْرِ الْقَلْبِ غَيْرَ الْقُرْآنِ. [تفسیر مفاتیح الغیب (300/29)]

حفاظت قرآن کے کئی طریقے ہیں۔ایک طریقہ حفظ قرآن کا ہے کہ اسے یاد کرنا ممکن ہے اور حفظ کے لیے اللہ تعالی نے اسے آسان بنا دیا ہے۔اللہ کی کتابوں میں قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسی کتاب نہیں جسے یاد کیا جاتا رہا ہو۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر:۱۷] ''اور حقیقت میں ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟''۔

اس کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:

هَلْ مَنْ يَحْفَظُ وَيَتْلُوهُ. [مصدر سابق]

یعنی ہے کوئی جو اسے یاد کرے اور اس کی تلاوت کا شرف پائے۔

حافظ ابن کثیر نے: **''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ''** کی تفسیر میں لکھا ہے:

أَيْ: سَهَّلْنَا لَفْظَهُ، وَيَسَّرْنَا مَعْنَاهُ لِمَنْ أَرَادَهُ.[تفسیر ابن کثیر تحقیق: سامی بن محمد السلامہ(7/478)]

یعنی ہم نے قرآن کے الفاظ کو یاد کرنے کے لیے اور جو اس کے معانی ومطالب کو چاہے تو اس کے لیے آسان بنا دیا ہے۔

3- حافظ قرآن سب سے افضل اور اشرف ہے:

حافظ قرآن کا مقام ودرجہ اس ناحیہ سے بھی بہت بلند ہے کہ وہ ہمہ وقت قرآن سیکھنے اور یاد کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ نبی کریم نے قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کو خیریت سے متصف کیا ہے۔ حدیث میں ہے:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.[صحیح بخاری: 5027]

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ.[صحیح بخاری (5028)]

تم میں سب سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

القرآن أشرف العلوم فيكون من تعلمه وعلمه لغيره أشرف ممن تعلم غير القر آن.[فتح الباری(9/76)]

قرآن اشرف العلوم ہے اس لیے اسے سیکھنے اور سکھانے والا بھی دیگر علوم کے سیکھنے والے کے بالمقابل اشرف ہوگا۔

4- حافظ قرآن اللہ تعالی کے مقرب اور خواص میں سے ہے:

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنْ النَّاسِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: "هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ.[سنن ابن ماجہ(215) اس کی سند حسن ہے۔]

اللہ تعالی کے کچھ خاص بندے ہیں۔ صحابۂ کرام نے اشتیاق سے سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ نبی کریم نے فرمایا: وہ قرآن والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے مقرب اور اس کے خاص بندے ہیں۔

أهل القرآن، أي: حَفَظة القرآن يقرؤونه آناء الليل وأطراف النهار العاملون به.[سنن ابی داود (4843) یہ حدیث حسن ہے۔ امام ذہبی نے میزان الاعتدال (4/565) میں، حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر (2/118) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ مناوی نے فیض القدیر(2/529) میں حافظ عراقی سے سند حدیث کا حسن ہونا نقل کیا ہے]

اہل قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں۔ یہ قرآن کو رات و دن کے اوقات میں پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث مذکور میں حافظ قرآن کو اہل اللہ سے متصف کیا گیا ہے۔ یہ اتصاف ان کی فضیلت اور مقام ومرتبہ کو آشکارا کرتا ہے، اس لیے کہ رب قدیر نے اپنی طرف ان کی نسبت کی ہے۔ نسبت ہی سے کسی چیز کی قیمت اور اس کی اہمیت متعین ہوتی ہے۔

5- حافظ قرآن کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ.[حاشیہ سنن ابن ماجہ، تحقیق شعیب الارناووط (1/146)]

اللہ تعالی کی کامل تعظیم میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اور ایسے حامل قرآن کی تکریم کرنا جو افراط وتفریط سے خالی ہو اور عادل بادشاہ کا اکرام کرنا ہے۔

6۔ قرآن پڑھنے والے کے لیے قرآن شفاعت کرے گا:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہوئے سنا:

اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ.[صحیح مسلم (804)]

قرآن پڑھو اس لیے کہ قرآن قیامت کے دن پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَيُشَفَّعَانِ.[مستدرک (2036) حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔ صحیح الترغیب والترھیب (984)]

روزہ اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کرے گا۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے رب میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور شہوات سے باز رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ (تلاوت قرآن کی وجہ سے) میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالی دونوں کی سفارش قبول کرے گا۔

7۔ حافظ قرآن امامت کا اہل اور حق دار ہے:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا . قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ: مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا.[صحیح بخاری (1343)]

لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر وہ اس وصف میں یکساں ہوں تو پھر وہ امام بنے جسے سنت نبوی کا علم زیادہ ہو۔ اگر سنت کے علم میں بھی لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو۔ اشج کی روایت میں (سلما) کے بجائے (سنا) ہے۔ یعنی مذکورہ بالا اوصاف میں سبھی برابر ہوں تو پھر ان میں سے وہ امام بنے جس کی عمر زیادہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آنے سے پہلے مقام قباء میں حضرت سالم مولی

حذیفہ امامت کرتے تھے: وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا.[صحیح بخاری (692) طبقات ابن سعد (1/175)] کیوں کہ انہیں زیادہ قرآن یاد تھا۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ.[صحیح بخاری (4302)]

میری قوم نے دیکھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم و حافظ نہیں تھا تو انہوں نے مجھے امامت کے لیے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان ابو عمرو قریش کی امامت کیا کرتے تھے اور ان کے پیچھے عبد الرحمن بن ابی بکر بھی ہوتے تھے۔ یہ محض اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ قرآن مجید جانتے تھے۔[طبقات ابن سعد (5/226)]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جن لوگوں کو قرآن مجید زیادہ یاد تھا ان کا وظیفہ دوسروں سے زیادہ مقرر کیا کرتے تھے۔

8- حافظ قرآن کو امارت و سربراہی میں ترجیح حاصل ہوگی:

عامر بن واثلہ کہتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مقام عسفان میں ہوئی۔ انھوں نے انہیں مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اہل وادی پر کس کو سربراہ مقرر کیا ہے؟ نافع نے کہا: ابن ابزی کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون ہیں؟ نافع نے کہا: وہ ہمارے غلاموں میں ایک غلام ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے ایک غلام کو ان کا سربراہ مقرر کر دیا ہے۔ نافع نے کہا: وہ قرآن کا قاری و حافظ اور فرائض کا عالم ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے نبی نے سچ کہا ہے۔

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا، وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ.[صحیح مسلم (817)]

بیشک اللہ تعالی اس کتاب کی وجہ سے کچھ لوگوں کو عزت دیتا ہے اور دوسروں کو ذلت سے ہم کنار کرتا ہے۔

9- حافظ قرآن کو قبر میں مقدم کیا جائے گا:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟. فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا، وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ.[صحیح بخاری (1343)]

نبی کریم شہدائے احد میں سے دو دو کو ایک ہی کپڑے میں دفن کرتے تھے اور دریافت فرماتے تھے کہ ان دونوں میں کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ جس کی جانب اشارہ کیا جاتا اس کو قبر میں (قبلہ کی جانب) آگے رکھتے تھے۔

حافظ قرآن کی عظمت و منزلت آخرت میں:

1- قیامت کے دن حافظ قرآن کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا اور اس کے درجات بہت بلند ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يقالُ لصاحبِ القرآن: اقرأ وارتَقِ، ورتِّل كما كُنْتَ ترتِّل في الدُنيا، فإن منزِلَكَ عندَ آخرِ آية تقرؤها.[سنن ابی داود (1464) سنن ترمذی (3141، 3142) مسند احمد (6799) صحیح ابن حابن (766) یہ لفظ ابو داود کا ہے۔ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔اس کی شاہد حدیث سنن ترمذی (3136) اور مسند احمد بن حنبل (10087) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح ہے]

حافظِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور بلند ہوتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھو جس طرح تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، کیوں کہ تمہارا درجہ وہی ہوگا جس جگہ تم قرآن کی آخری آیت پڑھوگے۔

علامہ شمس الحق محدث عظیم آبادی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويؤخذ من الحديث أنه لا ينال هذا الثواب الأعظم إلا من حفظ القرآن وأتقن أداءه وقراءته كما ينبغي له.[عون المعبود (4/237)]

اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ عظیم تر ثواب اسے ملے گا جو حافظ قرآن ہوگا اور قرآن کی قراءت اور ادائیگی اچھی طرح کرے گا جیسا کہ اس کے لیے مناسب ہوگا۔

2- حافظ قرآن کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَجِيءُ القُرْآنُ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ حَلِّهِ، فَيُلْبَسُ تَاجَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ زِدْهُ، فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الكَرَامَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ، فَيَرْضَى عَنْهُ، فَيُقَالُ لَهُ: اقْرَأْ وَارْقَ، وَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً.[سنن ترمذی (2915) امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے]

قرآن کریم قیامت کے دن آئے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب: اسے مزین فرمادے تو اسے شرف والا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا کہ اے میرے رب: اسے مزید مزین فرمادے تو پھر اسے بزرگی والا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا کہ اے میرے رب: اس سے راضی ہوجا تو اللہ تعالی اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور منزلیں چڑھتا جا اور ہر ایک آیت کے بدلے ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔

3- قیامت کے دن حافظ قرآن فرشتوں کے ہمراہ ہوگا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ، لَهُ أَجْرَانِ.[صحیح بخاری (4653) صحیح مسلم (798)]

ماہر قرآن نیک اور محترم فرشتوں کے ہمراہ ہوگا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہے تو اس کے لیے ڈبل اجر ہے۔

یہ ہے حافظ قرآن کے چند دنیاوی اور اخروی فضائل وامتیازات۔ وہ تو قرآن حفظ کرنے کی وجہ سے فائدہ اٹھائے گا ہی، مگر اس کے والدین بھی اس کی وجہ سے عزت وشرف سے بہرہ ور ہوں گے اور دنیا وآخرت میں ان کی بھی تکریم وتعظیم ہوگی۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قرأَ القرآنَ وتعلَّمه وعملَ به: أُلبسَ والداه يومَ القيامةِ تاجاً من نورٍ، ضوؤه مثلُ ضوءِ الشمسِ، ويكسى والداه حُلّتان لا تقوم لهما الدنيا، فيقولان: بمَ كُسينا هذا؟ فيقال: بأخذِ ولدكما القرآنَ. [مستدرک حاکم (2086) حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ البانی نے اسے صحیح الترغیب والترہیب (1434) میں حسن لغیرہ کہا ہے اور اس کے قوی شواہد ہیں جسے البانی نے سلسلہ صحیحہ (2829) میں ذکر کیا ہے۔ اس مفہوم ایک ایک حسن روایت امام طبرانی کی معجم اوسط (51/6) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے]

جس نے قرآن پڑھا اور اسے سکھایا اور اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی کے مانند ہوگی اور اس کے والدین کو دو جوڑا بھی پہنایا جائے گا۔ یہ اتنا قیمتی ہوگا کہ پوری دنیا اس کے برابر پہنچ نہ سکے گی۔ وہ دونوں پوچھیں گے کہ ہمیں اس جوڑے کو کس وجہ سے پہنایا جا رہا ہے؟ عرض کیا جائے گا کہ اس وجہ سے کہ تمہارے لڑکے نے قرآن حفظ کیا ہے۔

یاد رکھیے یہ بشارتیں ان حفاظ قرآن کے لیے ہیں جو قرآن کریم کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں اور ان کے اندر تقوی اور خوف الٰہی ہوتا ہے۔ صالحیت ہوتی ہے۔ کتاب وسنت پر عمل کا جذبۂ خالص ہوتا ہے۔ حفظ قرآن کی جو یہ عظیم دولت ملی ہے اس کی حفاظت کی ہمہ وقت فکر کرتا ہے اور اس کے عادات واطوار، گفتار وکردار، اخلاق ومعاملات، رہن سہن، وضع قطع، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا قرآن کریم کے احکام کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں اور وہ طمع وحرص، خرافات وبدعات اور اخلاقی وروحانی بیماریوں اور بدکاریوں سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ درحقیقت ان اوصاف کا متصف حافظ قرآن اللہ سبحانہ کا خاص نمائندہ ہوتا ہے اور بقول عطاء بن یسار رحمہ اللہ جنت کا مانیٹر ہوتا ہے، اس لیے حافظ قرآن کو زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھنا چاہیے اور جو کچھ یاد کیا ہے اسے طاق نسیاں نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن مجید بہت حساس اور باغیرت کلام ہے اگر حافظ قرآن اسے نہیں پڑھتا ہے اور تساہلی اور کاہلی سے کام لیتا ہے تو قرآن اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ حدیث شریف [صحیح مسلم (790)] میں اسے اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

واضح رہے کہ ان بعض فضائل وامتیازات میں قرآن پڑھنے والے بھی شریک وسہیم ہیں۔ حدیث [سلسلہ صحیحہ (669)] کے مطابق قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہمیں حصولِ اجر وثواب کے لیے قرآن سیکھنا اور بکثرت پڑھنا چاہیے اور اس کے احکام وفرامین پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

اعجاز و بلاغت

اعجازِ قرآن: ایک علمی جائزہ

شیخ سرفراز فیضی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

معجزہ کا مفہوم:

اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنی شریعت بندوں تک پہنچانے اور اپنے بندوں کو اپنی مرضی سے آگاہ کرنے کے لیے انبیاء و رسل دنیا میں مبعوث فرماتا رہا ہے، ان انبیاء کو ایسی خاص نشانیاں دی جاتی ہیں جن سے ان کو پہچانا جا سکے کہ یہ عام انسان نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسول اور نبی ہیں، انہیں نشانیوں کو اصطلاح میں معجزہ کہا جاتا ہے، معجزہ کا لفظ عجز سے بنا ہے، عجز قدرت کی ضد ہے، اسی سے لفظ اعجاز بنا ہے، لغت میں اعجاز کہتے ہیں: ”زوال القدرة عن الإتيان بالشئ“ کسی کام کے کرنے سے عاجز رہ جانا۔

عربی زبان میں ”اعجز فلان“ ایسے موقعہ پر بولا جاتا ہے جب کوئی کوشش کے باوجود کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جائے، لہٰذا معجزہ اللہ کی طرف سے دی گئی ایسی نشانی کو کہا جاتا ہے جو خلافِ عادت ہوتی ہے، اس کا ظہور کرشماتی ہوتا ہے، نبی کی طرف یہ چیلنج ہوتا ہے کہ کوئی اس کا جواب نہیں لا سکتا ہے، اس کی مثال نہیں پیش جا سکتی، مخالف اس چیلنج کا جواب دینے سے عاجز رہ جاتے ہیں۔یعنی معجزے میں 3 چیزیں پائی جاتی ہیں:

1۔ **خارق للعادة:** یہ خلاف عادت امور ہوتے ہیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا گلزار ہو جانا، حضرت موسیٰ کے لاٹھی مارنے سے پانی کا دو حصوں میں بٹ جانا، حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کر دینا۔

2۔ **مقرون بالتحدّی:** اس کے ذریعہ سے انبیاء چیلنج کرتے ہیں جیسے قرآن کے ذریعہ نبی ﷺ نے سارے عرب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی فصاحت و بلاغت کے باوجود قرآن جیسا کوئی کلام بنا کر دکھائیں۔

3۔ **سالم عن المعارضة:** مخالفین کے پاس اس چیلنج کا جواب نہیں ہوتا، وہ اس کا توڑ لانے سے قاصر رہ جاتے ہیں، اس کی مثال پیش کرنا ان کے بس میں نہیں رہتا۔لہٰذا وہ ان کو عاجز کر کے رکھ دیتا ہے۔

معجزہ کے مترادفات:

واضح رہے کہ معجزہ یہ قرآنی اصطلاح نہیں ہے، قرآن مجید میں معجزہ کے لیے دلیل، برہان، بینۃ اور آیت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، البتہ علوم قرآن کی اصطلاح میں اس کے لیے معجزہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور اس معنیٰ میں یہ لفظ زیادہ متداول ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کا معجزہ:

معجزات کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا جاتا ہے جو اس دور میں رائج علوم کے مشابہ ہوتا ہے تا کہ اس کے دور کے لوگ اس کو پہچان سکیں کہ ایسا معجزہ دکھانا انسان

کے بس کی بات نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادوگری کا چرچا تھا، شعبدہ بازوں کی کثرت تھی تو ان کو ایسا معجزہ دیا گیا جو بظاہر جادو کے مشابہ تھا لیکن جادو نہیں تھا، اس لیے اس معجزے کو سب سے پہلے فرعون کے جادوگروں نے پہچانا اور پورے یقین کے ساتھ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے، حضرت یوسف کا دور کاہنوں اور جیوتشیوں کا دور تھا تو ان کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا گیا، حضرت عیسیٰ جس دور میں مبعوث ہوئے اس دور میں رومیوں میں علم طب کا رواج تھا، لہٰذا ان کو اس قسم کے معجزے دیے گئے جو میڈیکل سائنس سے تعلق رکھتے تھے، جیسے مردوں کا زندہ کردینا، کوڑھیوں کو شفایاب کردینا اور پیدائشی اندھوں کو بینا کردینا۔

اللہ کے نبی ﷺ جس دور میں مبعوث کیے گئے اس دور میں عرب اپنی فصاحت وبلاغت کے لیے معروف تھے، ان کو اپنی زبان وبیان پر اتنا ناز تھا کہ غیر عربیوں کو وہ عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے، ان کے یہاں شعراء کی عزت ایسی تھی جیسے قومیں اپنے انبیاء کی عزت کرتی ہیں، شاعر اپنے قبیلے کی زبان سمجھا جاتا ہے، ادباء اور شعراء تو اپنی جگہ عام سے عام انسان عام سی گفتگو میں بھی فصاحت وبلاغت کے حسن سے پر تعبیریں استعمال کرتا تھا۔

عربوں کو کیونکہ اپنی قوت کلام پر ناز تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو معجزہ میں بھی ایک ''کلام'' عطا فرمایا ''قرآن''۔

المعجزۃ الخالدۃ:

اللہ کے نبی ﷺ کو دیا گیا معجزہ دیگر انبیاء کو دیے گئے معجزات سے بالکل مختلف تھا، دیگر انبیاء کو جو معجزے دیے گئے وہ حسی اور مشاہداتی معجزے تھے، یہ ایسے معجزے تھے جو زمان ومکان کی قید میں محصور تھے، یعنی ان معجزات کا مشاہدہ صرف ان لوگوں نے کیا جو اس زمانے میں ان مقامات پر موجود تھے جہاں ان معجزوں کا ظہور ہوا۔

اللہ کے نبی ﷺ کو دیا گیا معجزہ زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے، کیونکہ آپ کو دیا گیا معجزہ حسی اور مشاہداتی نہیں علمی اور عقلی ہے، نبی ﷺ وفات پاگئے لیکن آپ کو دیا گیا معجزہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا، ہر دور کا انسان نبی ﷺ کو دیے گئے اس معجزہ کو دیکھ سکتا ہے، پرکھ سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے، اس کا اعجاز کبھی ختم نہیں ہونے والا، اس کا چیلنج قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

سب سے طاقتور معجزہ:

قرآن کا اعجاز کیونکہ سابقہ انبیاء کو دیے گئے معجزات کے اعجاز سے بہت مختلف ہے تو اس کے اثرات بھی سابقہ انبیاء کو دیے گئے معجزات کے اثرات سے بہت زیادہ ہوں گے، خود اللہ کے نبی ﷺ نے اس معجزے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ''. (صحیح بخاری:4918)

''ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر لوگ) ان پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ میں ''وحی'' (قرآن) دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ پر ایمان لانے والے دوسرے پیغمبروں پر ایمان لانے والوں کی بنسبت زیادہ ہوں گے''۔

ایسا اس لیے ہے کہ انبیاء سابق کو جو معجزات دیے گئے ان کے اثرات وقتی تھے، کیونکہ ان کی نبوی ذمہ داریاں خاص وقت اور خاص افراد کے لیے تھی، نبی کریم ﷺ کی نبوت آفاقی ہے، آپ سارے جہان کے لیے اور قیامت تک کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے، اس لیے اللہ کے نبی ﷺ کو دیا گیا معجزہ اپنے پورے اثرات کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا، اور اس کا اعجاز ہر دور میں قلوب کو مسخر اور عقلوں کو دنگ کرتا رہے گا، اس کے پڑھنے والے اس سے کبھی سیراب نہیں ہوں گے، اس کو سمجھنے والے ہر دور میں اس یقین تک پہنچیں گے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔ یوں قیامت کے دن اس پر ایمان والے تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

مراحل تحدّی:

قرآن مجید نے تین مرحلوں میں اہل عرب کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی انسان کا کلام ہے تو اس کا جواب دیں، پہلے مرحلے میں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ قرآن جیسی کوئی کتاب پیش کردیں:

﴿قُل لَّئِنِ ٱجۡتَمَعَتِ ٱلۡإِنسُ وَٱلۡجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأۡتُواْ بِمِثۡلِ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ لَا يَأۡتُونَ بِمِثۡلِهِۦ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٖ ظَهِيرٗا﴾ [الاسراء:۸۸]

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

دوسرے مرحلے میں چیلنج میں اور تخفیف کردی گئی کہ قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا کر دکھادیں:

﴿أَمۡ يَقُولُونَ ٱفۡتَرَىٰهُۖ قُلۡ فَأۡتُواْ بِعَشۡرِ سُوَرٖ مِّثۡلِهِۦ مُفۡتَرَيَٰتٖ وَٱدۡعُواْ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [هود:۱۳]

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے۔ جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کی مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔

تیسرے مرحلے میں چلینج کیا گیا کہ قرآن جیسی کوئی ایک سورت ہی پیش کردیں:

﴿أَمۡ يَقُولُونَ ٱفۡتَرَىٰهُۖ قُلۡ فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ مَنِ ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [یونس:۳۸]

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلاسکو، بلالو اگر تم سچے ہو۔

مشرکین عرب نے نبی ﷺ کی مخالفت میں ہر حد پار کردی، جنگیں کی، قتل کیے، قتل ہوئے، سرداریوں سے گئے، علاقے چھوڑنے پڑے، ان کے معبود توڑ دیے گئے، عبادت خانے مسمار کردیے گئے، سب کچھ سہہ لیا لیکن قرآن کے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا کہ وہ قرآن جیسی ایک سورت بھی بنا کر لاسکتے ہیں۔ حالانکہ چیلنج میں تو اس کی بھی قید نہیں تھی ایسا کلام کسی ایک انسان کو اکیلے بنانا ہے، اجازت تھی کہ سارے انسان مل کر بلکہ اپنے ساتھ جنوں کو بھی ملالو اور قرآن جیسی ایک سورت پیش کرکے دکھاؤ:

﴿وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [البقرة:۲۳]

ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔

لیکن مشرکین عرب اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ انتہاء یہ تھی کہ قرآن مجید نے نہ صرف چیلنج کیا بلکہ پیشین گوئی بھی کر دی کہ قیامت تک یہ چیلنج اپنی جگہ باقی رہے گا اور کوئی قرآن جیسا کلام پیش نہیں کر سکے گا۔

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ وَلَن تَفْعَلُوا۟ فَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَٰفِرِينَ﴾

''پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے''۔ [البقرۃ: ۲۴]

اور چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی یہ چیلنج اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

قرآنی اعجاز کے پہلو:

قرآن کے اعجاز کے بہت سارے پہلو ہیں، اس کے اخبار بھی معجزہ ہیں کہ اس نے ماضی کی جو خبریں دی وہ سچی ہیں، سابقہ آسمانی کتابیں اس کی تصدیق کرتی ہیں، حالانکہ نبی ﷺ امی تھے، ان آسمانی کتابوں تک آپ ﷺ کی رسائی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک طرح کے کلاسیفائڈ ڈاکیومنٹ کی حیثیت رکھتی تھیں، خود ان کی عوام کی ان کتابوں تک پہنچ نہیں تھی، صرف ان کے احبار ورھبان ہی ان کتابوں کو پڑھتے تھے، اس دور میں پورے عرب میں کوئی لائبریری نہیں تھی، نہ ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہی ہوا تھا، تو عملا اللہ کے نبی ﷺ کی رسائی ان کتابوں تک کسی صورت میں ممکن نہیں تھی، اسی طرح قرآن کی پیشین گوئیاں بھی اس کا ایک اعجاز ہے کہ اس نے جو پیشین گوئیاں کیں وہ سچ ثابت ہوئیں، جیسی رومیوں کی فتح اور فارس کی شکست کی پیشین گوئی قرآن کی تشریع بھی اس کا اعجاز ہے کہ جو نظام اور قانون اس نے بنایا وہ انسانی فطرت کے بالکل موافق، اس کی مصلحتوں کے بالکل مناسب ہے اور سیاسی، معاشی، سماجی ہر سطح پر جس نظام سے اس نے دنیا کو متعارف کرایا دنیا اب تک اس کا کوئی بدل پیش کرنے سے قاصر ہے، سائنسی اعجاز بھی قرآنی اعجاز کا ایک پہلو ہے، قرآن نے آفاق والنفس کے جو حقائق بیان کیے انسان کا سائنسی علم جتنا ترقی کرتا گیا وہ حقائق ثابت ہوتے چلے گئے، اب تک ثابت شدہ کوئی حقیقت قرآن کے بیان کے خلاف ثابت نہیں ہوسکی ہے، قرآن کا اب تک محفوظ رہنا خود اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے، بلکہ اس زبان کا چودہ سو سال میں تغیر سے محفوظ رہ جانا جس زبان میں قرآن نازل ہوا انسانی تاریخ میں واحد مثال ہے اور خود یہ قرآن کے ایک غیر معمولی کلام ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن قرآن کا جو اعجاز سب سے گہرا ہے، جس اعجاز کا مشاہدہ سب سے پہلے لوگوں نے کیا، جس نے سب سے زیادہ لوگوں کو دنگ کر کے رکھ دیا، جس کے آگے ساری صلاحتیں فیل ہوگئیں، جس نے مخالفین کے منہ بند کر دیے، ہر سامنا کرنے والے کو لاجواب کر دیا وہ قرآن کی فصاحت وبلاغت ہے، قرآن کا اسلوب بیان ہے، اس کے لہجے کی چاشنی ہے، اس کی خوش کلامی ہے، معانی کا ابلاغ، لفظوں کا درست ترین استعمال، تعبیر کا حسن، تقدیم وتاخیر کا کمال، ترکیب کا جمال، ایجاز واطناب، تمثیل وتشبیہ کی لطافت، مقام سے مناسبت، سامعین کی رعایت، تنافر اور

بھدے پن سے پاک الغرض کلام کا حسن اور فصاحت و بلاغت کا معیار ایسا تھا کہ جس نے پورے عرب کو حیرت میں ڈال دیا، کچھ اس میں سے ایمان لائے، کچھ نہیں لائے، لیکن اس کی تاثیر کا قائل ہر کوئی ہو گیا۔ کسی نے تسلیم کر لیا کہ اس تاثیر کا سبب یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، کسی نے اللہ کے کلام ہونے کا انکار کیا، لیکن تاثیر اتنی واضح تھی کہ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکا، جن کو اللہ کا کلام نہیں ماننا تھا انہوں نے اس کو جادو کہہ دیا لیکن تاثیر اتنی واضح تھی کہ اس کے انکار کی جرات کفار بھی نہیں کر پائے۔

بلاغت وفصاحت کا مفہوم:

بلاغت وفصاحت خوش کلامی کا نام ہے، بلاغت کی تعریف اہل علم نے یوں کی ہے:

البلاغة فهي تأدية المعنى الجليل بعبارة صحيحة، لها في النفس أثر خلاب مع ملاءمة كل كلام للموطن الذي يقال فيه، والأشخاص الذين يخاطبون.

یعنی بلاغت کہتے ہیں: کسی اہم مفہوم کو واضح طریقہ پر ایسی صحیح اور فصیح عبارت سے ادا کرنا جس کا مخاطب کے دل میں زبردست اثر ہو، اور ساتھ ہی وہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو یعنی جس مقام اور جگہ میں وہ کلام کیا جا رہا ہے یا جن لوگوں سے کلام کیا جا رہا ہے وہ کلام ان کے مطابق ہو۔

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ مناظر کے حسن وجمال کی طرح کلام کا حسن وجمال بھی خالص ذوق وجدان سے سمجھی جانے والی چیز ہے، بلاغت کے اصول تو بیان کیے جاسکتے ہیں لیکن کسی کلام کے بلاغت وفصاحت جیسی محسوس ہو رہی اس کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں جیسے کسی چہرے کے حسن کو صاحب ذوق نظر محسوس تو کر سکتی ہے لیکن اس حسن کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں کی جاسکتی، ایسے ہی کسی کلام کا حسن سمجھا اور محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی پوری حقیقت وماہیت لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی، قرآن کا حسن اہل زبان پر آشکار تھا، اس کی بلاغت نے بڑے بڑوں کو اپنے حصار میں لے لیا، اپنے تو اپنے غیر بھی اس کی تاثیر پر فریفتہ ہو گئے۔ اس فریفتگی کی کچھ مثالیں حاضر ہیں۔

قرآن کی اثر انگیزیوں کی چند مثالیں:

اللہ کے نبی ﷺ نے اس کلام کو جب لوگوں پر پیش کیا تو ہر سننے والے کو اس نے اپنے حصار میں لے لیا، کتنے صحابہ تھے جو قرآن کی ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت سن کر ایمان کے راستے پر آ گئے، حضرت جبیر ابن مطعم کہتے ہیں:

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ والطور پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سورۃ والطور کی اس آیت پر پہنچے: ﴿أَمۡ خُلِقُواْ مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ أَمۡ هُمُ ٱلۡخَٰلِقُونَ ۝٣٥ أَمۡ خَلَقُواْ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝٣٦ أَمۡ عِندَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمۡ هُمُ ٱلۡمُصَيۡطِرُونَ﴾ [الطور:۳۵-۳۷]

ترجمہ: "کیا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں"۔

"تو ایسا لگا کہ میرا دل اڑ جائے گا"۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر 4854)

قرآن کی تاثیر ان کے دلوں پر ایسی تھی ایک بار کلام سن کر اسلام کے راستے پر آگئے، طفیل بن عمرو الدوسی اپنے قوم کے سرداروں میں تھے، مکہ آئے تو مشرکین نے بہت روکنے کی کوشش کی لیکن کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی پالی، قرآن سنا، فرماتے ہیں:

"فَلَا وَاللَّهِ مَا سَمِعْتُ قَوْلًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ، وَلَا أَمْرًا أَعْدَلَ مِنْهُ. قَالَ: فَأَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ شَهَادَةَ الْحَقِّ" (البدایۃ والنہایۃ: 4/244)

''اللہ کی قسم اس سے زیادہ اچھا کلام اور اس سے مبنی بر عدل بات میں نے آج تک نہیں سنی تھی، تو میں نے فوراً اسلام قبول کیا اور شہادت حق کی گواہی دی''۔

اہل ایمان ہی نہیں اہل کفر بھی اس کی فصاحت وبلاغت کے آگے مبہوت تھے، ولید بن مغیرہ قریش کے بڑے سرداروں میں تھا۔ عربی زبان وادب اور نظم ونثر کا ماہر سمجھا جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا تو بھری محفل میں اس پر رقت طاری ہوگئی، قریش کے لوگوں نے دیکھ لیا، ابوجہل کو خبر ہوئی تو ملنے پہنچا اور کہا کہ قرآن کے بارے میں کوئی غلط بات بول دے، لوگوں نے اس کو قرآن سن کر متاثر ہوتا دیکھا ہے کہیں اس حرکت سے لوگ شبہ میں نہ پڑ جائیں، اس کا تبصرہ تھا:

فما أقول فيه؟ فو الله ما منكم رجل أعلم فى الأشعار منى و لا أعلم برجزه منى، ولا بقصيده، ولا بأشعار الجن، والله مايشبه الذى يقول شيئاً من هذا، والله ان لقوله لحلاوة، و إنه ليحطم ما تحته، و إنه ليعلو ولايعلى۔

''میں قرآن کے بارے میں کیا کہوں؟ خدا کی قسم تم جانتے ہو شعر وشاعری، رجز خوانی وقصیدہ خوانی میں میرے پائے کا کوئی آدمی نہیں ہے، بلکہ جنات کے کلام اور اشعار کو سمجھنے میں بھی میرے پائے کا کوئی آدمی نہیں۔ مگر خدا کی قسم قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ کسی سے نہیں ملتا۔ خدا کی قسم قرآن کریم میں ایک خاص مٹھاس ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرے تمام کلام درہم برہم نظر آتے ہیں اور یہ ہمیشہ غالب رہیگا اور کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔

(تفسیر الطبری - جامع البیان ط ہجر: 23/430)

مشرکین کے سردار تو سرداران کی عام عورتیں اور بچے تک قرآن پر فریفتہ تھے، صحیح بخاری کی روایت ہے:

فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ. (صحیح بخاری: حدیث نمبر 2297)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب (اپنے گھر کے صحن میں) نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تو عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگ جاتی اور تعجب کی نظروں سے ان کو دیکھتے۔

یہ قرآن کی تاثیر تھی، مضمون اس بات کا متحمل نہیں کہ قرآنی بلاغت کی کچھ مثالیں بھی پیش کی جاسکیں، اس موضوع پر دکتور فاضل صالح سامرائی کی کتاب بہت شاندار ہے جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر شمس کمال انجم نے ''بلاغت قرآن کریم'' کے نام سے کیا ہے، اس موضوع میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بہت مفید ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو قرآن کی عظمت کو سمجھنے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

عظمتِ کتاب

عظمتِ قرآن اوراس کے تقاضے

ابوتحسین پرویز عالم عطاءاللہ رحمانی مدنی (کلیہ عائشہ للبنات گوونڈی ممبئی)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم فصاحت و بلاغت سے پُر ایک جامع و کامل کتاب ہے جو علوم و معانی کا سرچشمہ، رشد و ہدایت کا گنجینہ، نیکی و بھلائی کا خزینہ، علم و دانائی کا ذخیرہ، حکمت و دانش اور بصائر و عبر کا دفینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہرطرح کا علم فراہم کر رکھا ہے جن علوم کا مکمل احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء و الرسل ہیں اُسی طرح آپ ﷺ پر نازل کردہ یہ کتاب قرآن عظیم بھی خاتم الکتب ہے۔ یعنی اس کتاب نے پچھلی تمام آسمانی کتابوں مثلاً توریت، زبور، انجیل اور صحفِ ابراہیم وموسیٰ وغیرہ کے احکام وفرامین کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس کتابِ مبین کے اندر فتح وظفر، فوز وفلاح، کامیابی وکامرانی، نجات وسلامتی، رحمت وشفا اور ترقی وارتقا کا راز پنہاں ہے۔ یہ کتاب حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی، راہِ راست سے بھٹکے مسافر کو صراطِ مستقیم پر لانے والی، زنگ آلود دلوں کو تابناک بنانے والی، دلوں کا کایا پلٹنے والی، گھٹا ٹوپ ظلمات کو ضیا گُستر کرنے والی اور اپنے پڑھنے والوں کے لیے یومِ جزا سفارش کرنے والی ہے۔ یہ کتاب بدمزاج کو بذلہ سنج، تُند خو کو خوش طبع، پست ہمت کو حوصلہ مند، بدطینت کو خوش خصال، بداختر کو اقبال مند اور بد خُلق کو خلیق و باکردار بنانے والی ہے۔ اس کی عظمت و وقعت اور فوقیت و برتری کا کیا کہنا غرضیکہ یہ ہر اعتبار سے محکم و مفصل، کامل و مکمل اور تمام طرح کے عیوب ونقائص سے پاک ومنزہ ہے۔ اطراف عالم میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی فردِ بشر سے اس کے مماثل کیا اس کے قریب تر بھی ایک آیت نہ بن پائی اور نہ قیامت کی صبح تک بن پائے گی۔ ان شاءاللہ!

محترم قارئین!

قرآن کریم کی عظمت اوراس کی رفعت اپنی مثال آپ ہے، اس کی برکات اور فوائد کا ایک طویل دفتر ہے نیز اس کے انقلاب انگیز تاریخ کا ایک لازوال باب ہے، دین اور دنیا کی کامرانی میں اس کا اہم کردار ہے مگر ان تمام کے باوجود اصل یہ ہے کہ اس کتاب عظیم کے کچھ تقاضے ہیں جن کی تکمیل کی ذمے داری ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے، ذیل کے سطور میں عظمت قرآن کے بعض تقاضے اختصار کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں:-

پہلا تقاضہ: ایمان لانا:

عظمت قرآن کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالی کا مقدس کلام سمجھا جائے اور یقین رکھا جائے کہ اس میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اور جو احکامات نازل کیے گئے ہیں وہ سب صداقت وحقانیت پر مبنی اور ہدایت پر مشتمل ہیں۔ اس کی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی، خلاف

واقعہ نہیں ہوسکتی اور کوئی حکم خلاف حکمت نہیں ہوسکتا۔

قرآن پر ایمان لانے کا حکم صاف طور پر قرآن میں دیا گیا ہے:

﴿وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَكُمۡ﴾ [البقرۃ: ۴۱]

''اور جو میں نے نازل کیا ہے (قرآن) جو تمہارے پاس کی کتابوں (توریت، انجیل) کی تصدیق کرتا ہے اس پر ایمان لاؤ''۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَـٰبِ ٱلَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ﴾ [النساء:۱۳۶]

''اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے''۔

ان آیات کی روشنی میں پتہ چلا کہ قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان بھی نہیں ہوسکتا۔

دوسرا تقاضہ: قرآن کریم کی تعلیم:

عظمت قرآن کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کی فکر کی جائے اور اپنے بچوں اور ماتحتوں کو بھی تعلیمِ قرآن سے آراستہ کرنے کی سعی پیہم و جہد مسلسل کی جائے، کیوں کہ جب اس کی عظمت دل میں ہے اور اس کے نتیجہ میں قرآن پر ایمان بھی ہے کہ یہ ساری صداقتوں کا جامع اور تمام ہدایتوں کا منبع ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس پر چلنے میں نجات مضمر ہے تو اس کے علوم کو جاننا اور اپنے بچوں کو بھی ان کی تعلیم دینا لازم ہوا۔ ورنہ یہ کیسی عظمت اور کیسا ایمان ہے کہ قرآن کو پڑھنا اور اس کے علوم کو جاننا نہیں چاہتا۔

اس لیے قرآن وسنت ہمیں قرآن کو سیکھنے اور اس کے احکام کو معلوم کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی گئی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ**''(بخاری: 752/1)

''یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے''۔

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے:

''**عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ االلهِ صلی الله عليه وسلم تَعَلَّمُوْا الْفَرائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوْا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ**''۔ (ترمذی:2/29،بسند ضعیف)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرائض (میراث کے مسائل) کا اور قرآن کا علم حاصل کرلو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیوں کہ میں دنیا سے جانے والا ہوں''۔

قرآن وحدیث کا تلازم:

یہاں ایک اہم بات کی طرف نشاندہی لازمی ہے وہ اینکہ قرآن کے ساتھ ساتھ ہمیں حدیث رسول ﷺ کا علم بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ احادیث کا علم بھی ضروری ہے، وہ اس لیے کہ حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

اسی لئے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''**أَلاَ اِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانَ عَلٰی أَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنَ فَمَا وَجَدْ تُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْ تُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ۔ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ**

رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ". (سنن ابن ماجہ:3)

''خبردار ہو کہ مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے، خبردار ہو کہ عنقریب شکم سیر انسان اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے کہے گا کہ تم پر لازم ہے کہ قرآن کو پکڑلو، بس جو تم اس میں حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور جس کو اس میں حرام دیکھو اس کو حرام سمجھو۔ بلاشبہ رسول جس کو حرام قرار دیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا ہو''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ پر ایک اور چیز بھی نازل ہوئی، وہی حدیث وسنت کے نام سے موسوم ہے۔ اس پر ایمان اور اس کی عظمت ومحبت بھی ایسے ہی ضروری ہے جیسے قرآن کی عظمت ومحبت اور اس پر ایمان ضروری ہے۔

الغرض قرآن کے ساتھ حدیث کا علم حاصل کرنا بھی لازم ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ضروری قرار دیا ہے، دوسرے اس وجہ سے بھی کہ بغیر حدیث کے قرآن کا نہ فہم حاصل ہوسکتا ہے اور نہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ بہت سی آیات میں اجمال ہے، جس کی تفصیل حدیثوں میں آئی ہے اور بہت سی آیات میں ابہام ہے جس کا بیان حدیثوں میں ہے۔ اب حدیثوں کے بغیر ان آیات کو کس طرح سمجھا جاسکتا ہے اور کس طرح ان پر عمل کیا جاسکتا ہے؟

مثلاً قرآن میں نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ مگر نماز کے ارکان، آداب، اس کی کیفیت وطریقہ، اس کی تعداد واوقات وغیرہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے؛ بلکہ احادیث میں ہے۔ تو نماز کا حکم بغیر حدیث کے کیسے سمجھا جائے گا اور کس طرح عمل میں لایا جائے گا؟

تیسرا تقاضہ: قرآن کریم کی تلاوت:

قرآن کریم کی تلاوت ایک اہم عبادت ہے، اس کی تلاوت سے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ویسے تو قرآن کریم پوری دنیائے انسانیت کے لیے رشد وہدایت کا بیش بہا تحفہ اور ابدی ہدایت نامہ ہے مگر اس چشمۂ فیض سے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے متقی وپرہیزگار بندے ہی فیض یاب وسیراب ہوتے ہیں، اس کی تلاوت جہاں سکونِ قلب کا باعث ہے وہیں اس کی تلاوت کرنے والوں پر سکینت کا نزول ہوتا ہے، اللہ کی رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور رحمت کے فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور قاری قرآن کو قرآن کریم کے ہر ہر حرف پر ایک ایک نیکی دی جاتی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ہر ہر نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہوتا ہے، اس کی تلاوت سے شیطان دلوں میں رسائی نہیں حاصل کرسکتا ہے بلکہ جس گھر میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان وہاں سے دور بھاگتا ہے اور وہ گھر شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے، کثرتِ تلاوت سے انسان کے اندر قوتِ گویائی کا ملکہ اور لسانت وطلاقت کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، استنباطِ مسائل میں عبور حاصل ہوتا ہے، پڑھنے والے کی زبان میں اگر لکنت ہے تو کثرتِ تلاوت سے یہ بھی دور ہوجاتی ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے انسان کے اندر تدبر وتفکر کا حسین جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اس کی معلومات اور حکمت ودانائی میں اضافہ ہوتا ہے، آخرت میں بھی جنت کے اندر قرآن کریم کے پڑھنے والے کا درجہ دیگر لوگوں سے بلند ہوگا اور اسے بزرگ وپاکباز فرشتوں کی ہم نشینی حاصل ہوگی، قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کے حق میں سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی۔ اس لیے اسے کثرت سے تلاوت کرنے، اس کے معانی

ومفاہیم کو سمجھنے اور جہاں تک ہو سکے اسے ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر نہات ترنم اور خوش الحانی سے پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیوں کہ ٹھہر ٹھہر کر اچھی آواز میں پڑھنا قلب وجگر پر اثر ڈالنے میں ممدومعاون ثابت ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کریں اور اجر عظیم کے مصداق بنیں۔

چوتھا تقاضہ: قرآن کریم کو فیصل ماننا:

قرآن کریم کا ایک تقاضا یہ ہے کہ جو اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ ٱلنَّاسِ﴾[النساء:۱۰۵]

''ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں''۔

پتہ چلا کہ قرآن کریم حکم کی کتاب ہے، فیصلوں کی کتاب ہے۔ہمیں کوئی رہنمائی لینی ہو،کسی معاملے میں فیصلے کی کوئی بات الجھ گئی ہو تو قرآن کریم سے حل تلاش کرنا چاہیے۔قرآن کریم حکم، قانون، ضابطہ، فیصلہ کی کتاب ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھریلو، خاندانی، معاشرتی، تجارتی، سیاسی، قانونی، اجتماعی معاملات میں قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کریں، زندگی کے تمام امور، احکام ومسائل میں اسی کو فیصل ماننا، یہ قرآن کریم کا تقاضا ہے لہٰذا ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

پانچواں تقاضہ: قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا:

قرآن مجید کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیمات کے مطابق عمل کیا جائے۔قرآن صرف پڑھ کر یا سمجھ کر رکھ دینے کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے مطابق زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کی ضرورت ہے۔قرآن نے حلال وحرام اور جائز وناجائز کے لئے اصول بتائے، اور اس کی تشریح نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔قرآن کریم میں حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

﴿وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ مُبَارَكٌ فَٱتَّبِعُوهُ﴾

[الانعام:۱۵۵] یعنی یہ(قرآن) مبارک کتاب جو ہم نے نازل کی اس کی اتباع کرو۔

نیز ایک دوسری جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ:

﴿ٱتَّبِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ﴾[الاعراف:۳]

یعنی جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔

پتہ چلا کہ عظمت قرآن کا ایک اہم تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلیں، جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہوں اور جن چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کی تاکید کی گئی ہے ان سے اجتناب کریں۔

اسلامی بھائیو اور بہنو!

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن کریم کو تبرک و زینت کے طور پر رکھنے کے بجائے اس کی روشن تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، اس کی تلاوت کریں، اس کے احکام وقوانین پر عمل پیرا ہوں، خود قرآن سیکھیں، اسکے معانی ومفاہیم کو سمجھیں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن حکیم کی تعلیم دلائیں کیونکہ اسی میں ہمارے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولی کریم ہمیں قرآن کریم کی عظمت سمجھنے نیز اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وسائل وتجربات

قرآن حفظ کرنے کے آسان طریقے

تجربات کے آئینے میں

حافظ خلیل الرحمن سنابلی (داعی اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا)

قرآن اللہ کی عظیم کتاب ہے جسے اللہ نے اپنے بندے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل کیا اور اسے مومنوں کے لیے شفا اور رحمت کا سبب بتایا، یہ وہ کتاب ہے کہ جس سے متعلق ہر چیز عظیم ہے، قرآن کو اللہ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت اور بھلائی کے لیے نازل کیا اور اسی لیے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی اور اس قرآن کو ہر قسم کے نقص، عیب، کمی بیشی، لغو، فضول اور باطل چیزوں سے پاک رکھا، گمراہوں اور باطل افکار کے حاملین نے قرآن کی شکل وصورت تبدیل کرنے اور اس میں خرد برد کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے ہر موقع پر اپنی ذمہ داری ادا کی اور اس کتاب کو محفوظ رکھا اور قیامت تک محفوظ رکھے گا۔

قرآن کی حفاظت کی ایک شکل جو اللہ نے دنیا میں رکھی ہے وہ ہے قرآن کو حفظ کرنا، آپ دنیا میں دیکھیں تو کتنے حفاظ موجود ہیں جن کے ذریعے قرآن کی بہترین خدمت ہو رہی ہے اور زمانہ در زمانہ اس تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے لیکن قرآن حفظ کرنے کے تعلق سے موجودہ زمانے میں ایک مشکل یہ ہے کہ لوگوں کا حافظہ خراب ہو گیا ہے، خیر القرون اور اس کے بعد کے ادوار میں حفظ قرآن یا حفظ حدیث کے نہایت ہی حیرت انگیز نمونے آپ کو مل جائیں گے کہ جن کے بارے میں جان اور سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی انسان کا حافظہ اتنا تیز ہو سکتا ہے؟ چاہے امام دار قطنی رحمہ اللہ کا حافظہ ہو جنہیں ان کے زمانے کے لوگ "أحفظ أهل الدنيا" یعنی دنیا کا سب سے بڑا حافظ کہتے تھے، یا پھر چاہے امام بخاری رحمہ اللہ کا حافظہ ہو کہ جن کے حفظ اور اتقان کی گواہی اپنوں اور غیروں سبھی نے دی، یا پھر ان کے علاوہ کوئی اور ہوں، ان کے حافظے مضبوط اور پختہ تھے لیکن گزرتے زمانے کے ساتھ اس میں تنزلی آتی گئی اور آج ہر کسی کو شکایت ہے کہ لوگوں کا حافظہ انتہائی کمزور ہو چکا ہے تو ایسی صورت حال میں ایک انسان اس بات کی تلاش میں ہوتا ہے کہ کسی چیز کو حفظ کرنے اور بطور خاص قرآن مجید کو حفظ کرنے کے وہ کون سے آسان طریقے اور راستے ہیں کہ جن کو اپنا کر وہ حفظ کے مرحلے کو پار کر سکیں، زیر نظر مضمون میں ایسے ہی کچھ طریقے بتائے جا رہے ہیں جو میرے ذاتی تجربے ہیں اور جن پر بہت آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے:

پہلا طریقہ: اللہ سے توفیق مانگنا: قرآن حفظ کرنا یہ شرف کی بات ہے، اس کی باتیں نور ہیں، اللہ کا نور ہیں اور شرف والی چیزیں بنا توفیق کے نصیب نہیں ہوتی ہیں، اس لیے ایک طالب کو

چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اللہ سے توفیق مانگے تا کہ اللہ اس کے لیے یہ مرحلہ آسان کردے۔

دوسرا طریقہ: نیت کو خالص کرنا: کسی بھی کام کے لیے نیت کا خالص ہونا بہت اہم ہوتا ہے اسی لیے محاورہ بھی مشہور ہے کہ جیسی نیت ویسی برکت، تو حفظ قرآن کے خواہش مند کو چاہیے کہ وہ اپنی نیت کو خالص کرے کہ وہ صرف اللہ کی محبت کی خاطر قرآن حفظ کرنا چاہتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور دنیاوی مقصد نہیں ہے کیونکہ نیت کا فساد انسان کو اس کے مقصد سے دور اور بہت دور کردیتا ہے۔

تیسرا طریقہ: شوق اور جذبہ: کہتے ہیں کہ شوق انسان کو ترقی پر لے جانے کے لیے نہایت ہی ضروری ہے، اگر ایک طالب کے اندر قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ہے تو یہ چیز اس کے لیے اس مرحلے کو آسان بنادے گی ورنہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میرے اپنے بعض حفظ کے ایسے ساتھی تھے کہ جنہوں نے شعبہء حفظ میں آٹھ سے نو سال لگا دیئے لیکن پھر بھی مکمل حفظ نہ کرسکے۔ ایسا کیوں؟ اس لیے کہ ان کے اندر شوق نہیں تھا اور ان کے گھر والوں نے انہیں زبردستی شعبہء حفظ میں داخل کررکھا تھا، کیونکہ ماں باپ اور گھر والے اپنے بچے کو حافظ دیکھنا چاہتے تھے لیکن بچے کا اپنا کوئی شوق نہیں تھا، تو شوق کا ہونا قرآن مجید کی حفظ کے لیے نہایت ہی ضروری ہے اور ہم دیکھتے بھی ہیں کہ ایسا بچہ اس مرحلے کو بہت جلد اور آسانی سے طے کرلیتا ہے۔

چوتھا طریقہ: محنت اور مسلسل کوشش کرنا: یہ بات مسلّم ہے کہ بنا محنت کے کچھ نہیں ملتا، کھانا آپ کے سامنے ہو لیکن آپ کی کوشش کے بنا وہ آپ کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا، منزل جتنی عظیم اور مقصد جتنا اونچا ہو محنت اور کوشش بھی اسی کے بقدر ہونی چاہیے، عربی کا شاعر کہتا ہے:

بقدر الكد تكتسب المعالى
ومن طلب العلٰى سهر الليالي
ومن طلب العلٰى من غير كد
أضاع العمر في طلب المحال

کوشش کے بقدر ہی بلندیاں ملتی ہیں اور جو بلندیوں کا طالب ہوتا ہے وہ راتوں کو جاگتا بھی ہے (یعنی محنت اور کوشش کرتا ہے) اور جو بغیر کوشش اور جدوجہد کے بلندیوں کی تلاش میں ہوتا ہے گویا کہ وہ ناممکن کی طلب میں اپنی عمر گنوا رہا ہے۔

ایک طالب جو قرآن حفظ کرنا چاہتا ہے اور وہ اس راستے پر چل پڑا ہے تو کوشش اور محنت کے بنا وہ اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا، اسے چاہیے کہ وہ اس چیز کو کھانے کی طرح اپنی روٹین میں شامل کرلے تا کہ مقصد تک پہنچنا اس کے لیے آسان ہوجائے۔

پانچواں طریقہ: حفظ قرآن سے پہلے تلفظ کی درست ادائیگی کا اہتمام: قرآن حفظ کرنے سے پہلے اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ قرآن کے الفاظ اور اس کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہوئے اس کی درست ادائیگی ہو، حروف، الفاظ اور مخارج کا خیال رکھا جائے، اس لیے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک حفظ کرنے والا طالب قرآن یاد تو کرلیتا ہے لیکن غلط تلفظ کی وجہ سے وہ کسی لفظ یا آیت کو ویسے ہی یاد کر بیٹھتا ہے جیسے وہ اس کی ادائیگی کررہا تھا، اس سے بسا اوقات الفاظ کی تبدیلی سے زیادہ معنیٰ کی تبدیلی ہوجاتی ہے اور ''قلب''، ''کلب'' ہوجاتا ہے یعنی دل کتا بن جاتا ہے، اس لیے حفظ کے آغاز سے پہلے ناظرہ

یعنی ریڈنگ پر خصوصی توجہ ہونا چاہیے تا کہ حفظ کا معاملہ آسان ہو جائے۔

چھٹا طریقہ: یاد کیے ہوئے حصوں کا مسلسل اعادہ کرنا: کسی بھی چیز کو ذہن و دماغ میں باقی رکھنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے بار بار یاد کیا جائے، اس کا تذکرہ ہو اور اس سے متعلق باتیں ہوں، یہی معاملہ قرآن مجید کے حفظ کرنے کا بھی ہے کہ جو حصہ ایک طالب یاد کرتا جا رہا ہے اسے بار بار دہرائے، اس کا اعادہ کرے چاہے آواز کے ذریعے، ہونٹوں کو ہلا کر یا بس یونہی ذہن کی اسکرین پر لا کر یکبارگی اس پورے حصے کو پڑھ جائے جسے اس نے یاد کیا ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب مجھے قرآن کے اندر کسی لفظ کی تلاش ہوتی ہے تو ایک سرسری نظر میں پورے قرآن پر دوڑا لیتا ہوں، اس سے مجھے دو فائدے ملتے ہیں، ایک تو وہ لفظ مل جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ سرسری ہی سہی لیکن مکمل قرآن ذہن کی اسکرین پر آ کر چلا جاتا ہے۔ یقین کریں کہ یہ عمل بہت ہی آسان اور نہایت ہی کارگر ہے، جس سے مجھے الحمدللہ بہت زیادہ فائدہ ہوا ہے۔

شعبۂ حفظ کے طلبہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان کو سنانے کے لیے نہ کہا جائے تو وہ اعادہ ہی نہ کریں، بس وہ سبق پر توجہ دیتے ہیں اور اسی بنا پر وہ آگے تو بڑھتے جاتے ہیں لیکن پیچھے کا سب صاف ہوتا چلا جاتا ہے، ایسے طلبہ کو چاہیے کہ وہ مسلسل یاد کیے ہوئے پاروں اور سورتوں کا اعادہ کرتے رہیں چاہے استاد کو سنانا ہو یا نہ سنانا ہو، یہ چیز آپ کے لیے حفظ کے مرحلے کو آسان بھی کرے گی اور پختگی میں بھی بہت معاون ثابت ہوگی۔

ساتواں طریقہ: اچھے استاد کی شاگردی اختیار کرنا: کسی بھی چیز کو سیکھنے کے لیے ایک ماہر استاد کی نگرانی اور شاگردی اختیار کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امت کے لیے معلم بھی بنا کر بھیجا گیا تھا، یہی معاملہ قرآن مجید کے حفظ کرنے کا بھی ہے کہ ایک بہترین معلم حافظ کی موجودگی ایک طالب کے حق میں حفظ کے مرحلے کو نہایت ہی آسان بنا دیتی ہے کیونکہ ایسا استاد اپنے شاگرد کی نفسیات اور حالات دیکھ کر اسے سبق سنانے، اعادہ کرنے اور اس میں پختگی لانے کے گُر اور طریقے سکھاتا اور بتاتا رہتا ہے جس سے اس طالب کا حوصلہ بلند ہوتا ہے اور وہ بڑے ہی ذوق وشوق سے اپنی دُھن میں مگن سبق یاد کرتا ہے اور سب سے پہلے سنانا اس کا مقصد بن جاتا ہے، وہیں اگر استاد اچھا نہ ہو یا بے مقصد استاد ہو یا بس وقت گزاری کرنے کے لیے آ گیا ہو تو ایسے استاد صرف طلبہ کا بیڑا غرق کرنے کے لیے آتے ہیں، اپنے ساتھ ساتھ طلبہ کا بھی نہایت ہی قیمتی وقت برباد کر جاتے ہیں، اس لیے اگر کوئی طالب قرآن حفظ کرنا چاہتا ہے تو اس مرحلے کی آسانی کے لیے اسے ایک اچھے استاد کا انتخاب ضرور کرنا چاہیے۔

آٹھواں طریقہ: یاد کرنے سے پہلے کئی بار پڑھنا: شعبۂ حفظ کے اکثر طلبہ قرآن مجید یاد کرتے ہوئے ایک غلطی کر جاتے ہیں اور وہ غلطی یہ ہے کہ انہیں جب سبق یاد کرنا ہوتا ہے تو بس اسی چکر میں رہتے ہیں کہ جلدی سے کب یاد ہو جائے، جبکہ سبق یاد کرنے کے لیے جو ضروری چیز ہے وہ بھول جاتے ہیں، ہونا یہ چاہیے کہ طالب پہلے ایک ٹارگٹ متعین کر لے پھر اس پورے حصے کو کئی بار پڑھے بلکہ بار بار پڑھے، خیال رہے کہ یاد کرنے کی نیت سے ابھی نہیں پڑھنا ہے، پھر جب اس مرحلے سے گزر

جائے تو اسے خود اس بات کا اندازہ ہوگا کہ اُس پورے متعین کردہ آیات کے بہت سے الفاظ اس کے ذہن میں بیٹھ چکے ہوں گے، پھر ایک آسانی اور ہوگی کہ وہ آیات بار بار پڑھنے کی وجہ سے اس کی زبان کے لیے سہل ہوجائیں گی اور وہ طالب جب یاد کرنے کی نیت سے ان آیات کو پڑھنا شروع کرے گا تو پھر وہ خود دیکھے گا کہ پہلے کی بنسبت اس بار یاد کرنے میں اسے زیادہ آسانی ہوئی۔

نواں طریقہ: کسی مجرّب قاری کی تلاوت سن کر حفظ کرنا: سیکھنے اور یاد کرنے کا ایک کارآمد طریقہ جو ماہرین نے بتایا ہے اور میرا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ سننے سے بھی یاد کرنے اور یاد رکھنے میں مدد ملتی ہے، واضح رہے کہ یہ سننا اُس قاری کی نقل اور کاپی کرنے کی نیت سے نہ ہو بلکہ یاد کرنے اور حروف و الفاظ کی درست ادائیگی کے لیے ہو، بصورت دیگر ایک طالب قاری کی نقل اور کاپی تو کرلے جاتا ہے لیکن پھر حفظ پر اس کی پکڑ باقی نہیں رہ جاتی اور یہ سودا اس کے لیے گھاٹے کا سبب بن جاتا ہے، میں کئی ایسے حفاظ کو جانتا ہوں جنہوں نے شعبہ حفظ کے مرحلے سے ہی کسی خاص قاری کو تو سنا لیکن نقل کرنے پر زیادہ دھیان رہا تو اس کی وجہ سے ان کا ایک فائدہ تو ہوا لیکن دوسرا جو بڑا فائدہ ہوسکتا تھا اس میں انہوں نے نقصان اٹھایا، قرآن کی تلاوت سن کر آپ اپنے لیے حفظ کے مرحلے کو آسان کرسکتے ہیں اور جو حفظ کرچکے ہیں اسے باقی بھی رکھ سکتے ہیں، میں سال بھر میں الحمدللہ کئی دفعہ قرآن مجید کی مکمل تلاوت کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی دو دفعہ مکمل قرآن ضرور سن لیتا ہوں اور گاہے بگاہے یہاں وہاں سے بھی سنتا رہتا ہوں جس سے مجھے بے انتہا فائدہ ہوتا ہے اور قرآن کے حفظ کو باقی رکھنا میرے لیے آسان ہوجاتا ہے۔ فللہ الحمد۔

دسواں طریقہ: وقت دینا اور انتظار کرنا: انسان فطرتاً جلد باز ہے اور ہر کام میں اسے جلدی ہونے کے ساتھ ساتھ نتیجہ بھی جلدی چاہیے ہوتا ہے اور وہ اچھے نتیجے کی تلاش میں رہتا ہے لیکن ہر چیز چاہ لینے سے نہیں ہوتی اور نہ ہی چھومنتر کے ذریعے ہر چیز کا حصول ممکن ہوتا ہے، بطور خاص جب اس چیز کا تعلق علم کی دنیا سے ہو تو یہ وقت طلب معاملہ ہے، بعض والدین جب اپنے بچوں کو حفظ کے سفر کا مسافر بناتے ہیں تو ان کی منشا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ بچہ جلدی سے حافظ قرآن بن جائے، پھر اسی پریشر میں اس طالب کا ذہن انتشار کا شکار ہوجاتا ہے، ذہن کچھ اور چاہتا ہے اور گھر والے کچھ اور، اسی ادھیڑ بن میں رہنے کی وجہ سے ایک طرف اس بچے کی نفسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور دوسری طرف ذہن مکمل کام نہ کرنے کی وجہ سے اس کے حفظ کا دورانیہ امید سے زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے، اسی لیے ہر طالب اور اس کے والدین کو چاہیے کہ وہ اس مرحلے کو وقت دیں، صبر کریں، انتظار کریں، امید سے زیادہ وقت لگ رہا ہے تب بھی کوئی بات نہیں، کیونکہ اگر وقت زیادہ لگنے کی فکر میں پڑے تو یہ وقت مزید لمبا ہوتا چلا جائے گا پھر کوئی بہتر نتیجہ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اسی میں ضمنا آپ یہ بھی شامل کرسکتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو یاد کرنے کے لیے دن کے سب سے بہترین وقت کا انتخاب کرے اور دن کا سب سے بہترین وقت فجر سے پہلے اور اس کے بعد کا وقت ہوتا ہے۔

گیارہواں طریقہ: سمجھ کر پڑھنا اور تلاوت کرنا: قرآن

مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کی زبان عربی نہیں ہے بلکہ اکثریت عجمیوں کی ہی ہے جن کا عربی زبان سے کوئی تعلق ہی نہیں، اسی لیے ہر کوئی نہ عربی بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی تلاوت اس کے لیے آسان ہوتی ہے، اگر ایک طالب عربی زبان سمجھتا ہو اور بطور خاص قرآن مجید کی آیتوں کے معانی سمجھنے پر وہ قادر ہو تو حفظِ قرآن کے لیے یہ چیز نہایت ہی مدد و معاون ثابت ہوتی ہے، گذشتہ لاک ڈاؤن کے دوران کتنے ایسے واقعات سننے میں آئے کہ فلاں عالم جو حافظ نہیں تھے انہوں نے حفظ کرلیا، سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ممکن ہوا؟ جواب یہ ہے کہ انہیں عربی زبان آتی ہے، وہ بول سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، عربی گرامر اور قواعد سے وہ واقف ہیں اس لیے قرآن حفظ کرنے کا مرحلہ ان کے لیے آسان ہو گیا، ایسے ہی کوئی بھی طالب اگر عربی زبان جانتا ہے تو اس کے لیے حفظ کرنا آسان ہوگا، خود میرا یہ خیال ہے کہ اگر میں پہلے سے حافظ نہ ہوتا اور اب مجھے حفظ کرنا ہوتا تو عربی زبان جاننے اور سمجھ لینے کی وجہ سے بآسانی ایک مہینے کے اندر ہی قرآن حفظ کر لیتا۔ بإذن الله وتوفيقه

بارھواں اور آخری طریقہ: قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینا: اگر کوئی طالب یہ چاہتا ہے کہ قرآن حفظ کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن مجید سے اپنے آپ کو عشق کی حد تک جوڑ لے، جیسے کہ ایک محبت کرنے والے کو اپنے محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ایسے ہی قرآن حفظ کرنے والے کا بھی رویہ ہونا چاہیے کہ اس کی زندگی میں ہر جگہ صرف قرآن ہو، اس کی باتوں میں قرآن، اس کے سونے، جاگنے، کھانے، پینے اور اوڑھنے بچھانے کی جگہوں تک قرآن کی رسائی ہو جائے، اسے خواب بھی آئیں تو ان کا تعلق بھی قرآن سے ہی ہو، جب ایک طالب علم اپنے آپ کو قرآن سے اس حد تک جوڑ لے گا تو قرآن کی برکت اسے ملے گی اور حفظ کا یہ مرحلہ اس کے لیے آسان اور بہت ہی آسان کر دیا جائے گا، ورنہ دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ طالب علم جب تک درس گاہ میں ہے یا جب تک مدرسہ میں ہے تب تک تو قرآن سے اپنا تعلق رکھتا ہے لیکن جیسے ہی چھٹیاں آتی ہیں وہ اپنے گھر جاتے ہی بالکل آزاد ہو جاتا ہے اور قرآن کھول کر بھی نہیں دیکھتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آگے یاد کرنا تو دور وہ یاد کیا ہوا بھی بھول جاتا ہے اور واپس مدرسہ جانے کے بعد اسے پچھلا یاد کر کے سنانے میں اچھا خاصا وقت لگانا پڑ جاتا ہے، اس لیے ہر طالب کو چاہیے کہ وہ قرآن سے چمٹ کر رہیں اور اپنی سوچ اور چال ڈھال کا مرکز و محور اسی کتاب کو بنالیں نتیجے میں کہ کتاب آپ کو اپنی برکتوں سے نواز کر آپ کو قرآن کا حافظ بنا دے گی۔

محترم قارئین! قرآن حفظ کرنے کے یہ بارہ آسان طریقے اس مضمون کے حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے، ان پر بہت آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے اور یہ تمام طریقے تجربے سے ثابت شدہ ہیں، اگر کوئی ان پر عمل کرتا ہے تو ضرور اس کے لیے حفظ کا معاملہ آسان ہوگا، امید یہی ہے کہ ان شاء اللہ یہ طریقے قارئین میں سے کسی کے لیے بھی مفید ثابت ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو قرآن سے محبت کرنے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

مسلمانوں پر قرآن کے حقوق

شیخ فیض الرحمن رحمانی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

تمام کتب سماویہ میں قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے جو ایک امانت ہے جسے اللہ نے بندوں کو عطا کی ہے، یہ ایک لائحہ عمل اور نصب العین ہے جسے اللہ نے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں تک پہنچایا، جس نے بھی اس کو سینے سے لگایا وہ راہ یاب ہوا اور جس نے بھی اس کے علم سے فیضیابی حاصل کی اس کی جہالت، پریشانیاں اور مصائب وآلام کی زنجیریں پاش پاش ہوگئیں۔ قرآن مجید ہدایت ونور کا سرچشمہ ہے اور زندگی کے جملہ معاملات کا حل ہے جو اس کے حقوق کو پورا کئے بغیر ممکن نہیں۔ اس عالم فانی میں ہر انسان اپنے حقوق کا متلاشی اور متقاضی ہے اور اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لیے ممکن اور غیر ممکن کاوشیں بروئے کار لائی جاتی ہیں لیکن اہل اسلام کی اکثریت اس بات سے غافل ہے کہ ایک مسلم پر اسلام اور قرآن مجید کے کیا حقوق ہیں اور جس قرآن مجید کو بطور امانت اللہ تعالی سے قبول کیا ہے اس کی امانتداری کا کیا حق ہے؟ آیئے اس مضمون میں ہم جاننے کی کوشش کریں کہ" قرآن کے حقوق مسلمانوں پر کیا ہیں؟

ایمان وایقان: سب سے پہلا حق یہ ہے کہ بندہ قرآن مجید پر ایمان لائے اور اس بات کا یقین رکھے کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہے جسے اللہ تعالی نے جبریل کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل فرمایا ہے، قرآنِ مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالی کا آخری پیغام ہے، انسانوں کے نام جو پچھلی تمام نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ تمام پچھلی کتابوں کو منسوخ کرنے والی ہے، یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالی نے ساری انسانیت کے لیے نازل فرمایا ہے، کسی خاص قوم یا کسی خاص رنگ ونسل والوں کے لیے یہ کتاب مخصوص نہیں ہے، اس کے تمام احکام، اوامر ونواہی انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور مفید ونفع بخش ہیں، چاہے اس کا فائدہ انسان کو سمجھ میں آئے یا نا آئے۔ یہ کتاب اللہ کا کلام ہے جو بعینہ اسی طرح لوح محفوظ میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ نبوی زندگی میں آپ پر نازل ہوئی ہے اور آج بھی بغیر کسی کمی اور زیادتی کے اسی حالت میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس میں مذکور ہر چیز کی تصدیق کی جائے، ہر حکم اور ہر نہی کو حق اور عدل وانصاف پر مبنی مانا جائے، اس کتاب میں جو چیز حلال ہے اسے حلال اور جو چیز حرام ہے اسے حرام سمجھا جائے۔ یہ کتاب قیامت تک کیلئے، کتاب ہدایت ہے اب اسے کوئی کتاب یا کسی نبی کی تعلیم منسوخ نہیں کرسکتی اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے وغیرہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَـٰبِ

ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا﴾ [النساء:۱۳۶]

اسی طرح ایمان لایا جائے کہ اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہیں کی جاسکتی ارشاد ربانی ہے:

﴿لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ [فصلت:۴۲]

تلاوت: اس مبارک کتاب کا ایک حق یہ بھی ہے کہ صبح وشام اور حسب آسانی اسکی تلاوت کی جائے۔ خود نبی ﷺ کو حکم دے کر تمام لوگوں کو اس میں شامل کیا گیا کہ اس کی تلاوت کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ٱتْلُ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ﴾ [عنکبوت:۴۵] اس کی تلاوت پر اجر بھی ملتا ہے اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ﴾ [فاطر:۲۹]

احادیث میں تلاوت کے بڑے فوائد بیان کیے گئے ہیں ایک جگہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضي االله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ االلهِ : الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ.وَفِي رِوايَةٍ: وَالَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ. (متفق عليه و هذا لفظ مسلم).

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کا ماہر معزز ومحترم فرشتوں اور معظم ومکرّم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہو لیکن اس میں اٹکتا ہو اور (پڑھنا) اس پر (کند ذہن یا موٹی زبان ہونے کی وجہ سے) مشکل ہو اس کے لئے بھی دوگنا اجر ہے۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے حالانکہ یہ پڑھنا اس کے لئے سخت مشکل ہو، اس کے لئے دو اجر ہیں۔"

اس کی تلاوت پر ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں: عَنْ عَبْدِ االلهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضى الله عنهما يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ االلهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ االلهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُولُ: الم؛ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلاَمٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ.(رواه الترمذي:۲۹۱۰ والبزار وابن أبي شيبة والطبراني)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا، اس کے لئے اس کے بدلہ میں ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (گویا صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں مل جاتی ہیں)۔"

قرآن کی تلاوت آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "إقرؤا القرآن فإنه يأتى يوم القيامة شفيعا لأصحابه" (صحيح مسلم: 804-252) "قرآن مجید پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لیے

سفارش کرے گا''۔

اس پر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ اسے پڑھا جائے اللہ کا فرمان ہے :﴿ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ﴾ [البقرۃ:۱۲۱]

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے، وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں، اور جو اس کو نہیں مانتے، وہ خسارہ پانے والے ہیں''۔

اس کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ آداب تلاوت کا خیال رکھا جائے یعنی اسے تجوید اور ترتیل کے ساتھ نیز اچھی آواز میں تلاوت کی جائے۔ اللہ نے فرمایا:﴿وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا﴾ [مزمل:۴] نیز فرمایا:﴿كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا﴾ [فرقان:۳۲] ترجمہ:''اور اسی طرح (اتارا) تاکہ ہم اس کے ذریعے تمہارے دل کو ثبات عطا کریں، چنانچہ پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر''۔

قرآن مجید کو روانی کے ساتھ صحیح اصوات ومخارج اور رموزِ اوقاف کی رعایت ولحاظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہونا تو ہر معمولی پڑھے لکھے انسان کے لیے بھی لازم اور قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کی شرطِ اوّلین ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"سمعت النبی صلى الله عليه وسلم قرأ فی العشاء، والتين والزيتون، فما سمعت أحدا أحسن صوتا منه" (صحیح بخاری:729، صحیح مسلم:464)

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورۃ التین پڑھتے ہو سنا۔ میں نے آپ جیسی خوبصورت آواز سے پڑھنے والا کسی کو نہیں سنا''۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "زينوا القرآن بأصواتكم، فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا" "قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو، بیشک خوبصورت آواز اس کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:771)

اس کے علاوہ تلاوت کے آداب میں سے ہے یہ بھی ہے کہ اسے تعوذ وتسمیہ کے ساتھ شروع کیا جائے نیز پاک وصاف حالت میں تلاوت کی جائے اور اس کے پڑھتے ہوئے عذاب وعقاب اور نعمتوں کے تذکرے والی آیات پر قاریٔ کے حالات میں وکیفیات میں تبدیلی ہونی چاہیئے اس لیے کہ جب اس طرح آداب کا خیال کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو دل نرم ہوں گے اور اللہ کی خشیت میں مزید اضافہ ہوگا؛ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے :﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا﴾ [انفال:۲]

الغرض تلاوت قرآن کے متعدد بے شمار فضائل ہیں، بلکہ ایسے لوگ جو قرآن پڑھتے پڑھاتے ہوں وہ لوگوں میں سب سے افضل اور بہتر ہیں جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے۔ (صحیح بخاری:5027)

اس لیے کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا اور اس پر مداومت اختیار کرنا سعادت بخش زندگی کا موجب ہے جس پر قائم رہنا

صاحب عزیمت شخص کے لیے چنداں مشکل نہیں۔

تلاوت قرآن بھی ایک عبادت ہے اس لیے اس میں دیگر عبادات کی طرح خلوص وللّٰہیت شرط ہے اور یہ شرط اساسی تمام اعمال صالحہ کے لیے ہے۔فرمان باری ہے:﴿وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ﴾[البینۃ:۵]''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں''۔

قرآن مجید کی تلاوت برابر اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے بھولنے کا خدشہ بہت زیادہ رہتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ، قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا جِلَاءُهَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ''.(رواه البيهقى)''بے شک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! اس کی صفائی کس طرح ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وقت موت کا دھیان رکھنا اور قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرنا''۔

جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے اس کے لیے بڑی وعید ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالحَجَرِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ القُرْآنَ، فَيَرْفضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ المَكْتُوبَةِ''نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جارہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔(صحيح البخاري: كتاب التهجد باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل حديث رقم 1104)

غور وفکر اور تدبر کرنا: قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے اسکے معانی کی گہرائی تک پہنچنے کیلئے اس میں تدبر سے کام لیا جائے قرآن تمام ذی شعور انسانوں کو جنہیں وہ''أُولُوا الْأَلْبَابِ'' اور ''قَوْمٌ يَّعْقِلُوْنَ'' قرار دیتا ہے' تفکر اور تدبر کی دعوت دیتا ہے اور اس کا اوّلین میدان خود آفاق والنفس کو قرار دیتا ہے جو آیاتِ الٰہی سے بھرے پڑے ہیں۔ ساتھ ہی وہ انہیں آیاتِ قرآنی میں بھی تفکر وتدبر کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:﴿كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ﴾[یونس:۲۴]''ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں''۔

اور فرمایا:﴿وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُونَ﴾[نحل:۴۴] نیز فرمایا:﴿كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾[ص:۲۹] (یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔ایک اور جگہ ارشاد ہے:﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ أَمۡ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقۡفَالُهَآ﴾[محمد:۲۴] یہ لوگ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟ یا کیا انکے دلوں پر تالے پڑے ہیں{جو انہیں اسمیں تدبر وتفکر سے روکتے ہیں}۔

تدبر قرآن کے معدن سے قرآن حکیم کے علم وحکمت کے اصل موتی حاصل ہوتے ہیں اور اسی سے اس بحرِ ناپیدا کنار کی وسعتوں کا اصل اندازہ ہوتا ہے!

قرآن مجید کو یہ اعجاز حاصل ہے کہ یہ دنیا کی سب زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے لیکن افسوس سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہی

وہ کتاب ہے جسے دنیا میں بغیر سمجھے سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ایک عام کتاب یہاں تک کہ ایک عام میسج و پیغام کو بھی بغیر سمجھے نہیں پڑھا جاتا لیکن اللہ کا یہ وہ پیغام ہے جسے بغیر سمجھے پڑھ کر اگنور کر دیا جاتا ہے۔یہ بات حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت بجائے خود اجر وثواب کا باعث ہے، چاہے پڑھنے والا اس کے معانی ومطالب کو سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔اس کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ہر پڑھنے والے کو ملیں گی جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے تاہم یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے کہ وہ ہر پڑھنے والے کو اجر عظیم سے نوازتا ہے لیکن بغیر سمجھے پڑھنے سے ثواب تو یقیناً مل جائے گا لیکن قرآن کے نزول کا جو اصل مقصد ہے، وہ اسے حاصل نہیں ہوگا۔وہ مقصد کیا ہے؟ ہدایت اور روشنی، یہ تو صرف اسے ہی ملے گی جو قرآن کو سمجھنے کی اور اس کے معانی ومطالب سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔آج اس قرآن کے پڑھنے والے تو لاکھوں نہیں، کروڑوں کی تعداد میں ہیں لیکن اس میں بیان کردہ اصول وضوابط اور تعلیمات وہدایات کو سمجھنے والے کتنے ہیں؟ تھوڑے، بالکل تھوڑے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ﴾[القمر:١٧]''ہم نے قرآن کو آسان کیا ہے نصیحت حاصل کرنے کے لیے، کیا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا''

عمل اور اتباع: قرآن مجید کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے احکام واوامر پر عمل کیا جائے اللہ کا ارشاد ہے:﴿ٱتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ﴾[انعام:١٠٦]اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے رب کی طرف سے جو حکم ہے اسکی آپ اتباع کریں۔نیز فرمایا:﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ﴾[مائدہ:٤٧]

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:أَلا! وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ، أَحَدُهُمَا: كِتَابُ االلهِ عز وجل، هُوَ حَبْلُ االلهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى. وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ.(رواه مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے، جو اللہ کی رسی ہے۔جو اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور جو اس کو ترک کردے گا وہ گمراہی پر ہوگا۔"

نیز فرمایا: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ أُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَومَ الْقِيَامَةِ ،ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَو كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهَذَا. رواه أبو داؤد وأحمد والحاكم وأبو يعلى. وقال الحاكم: صحيح الإسناد.

"حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل بھی کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اگر وہ (اس دنیا میں) تمہارے پاس ہوتا تو اس کی روشنی اس دنیا میں لوگوں کے گھروں میں چمکنے والے سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوتی۔تو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا؟ (یعنی اس کے ماں باپ کو تو تاج پہنایا جائے گا اور اس کا اپنا مقام تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے)۔"

نیز فرمایا:عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَاتَّبَعَ مَا فِيْهِ هَدَاهُ االلهُ مِنَ الضَّلَالَةِ وَوَقَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوْءَ الْحِسَابِ، وَ ذَلِكَ بِأَنَّ االلهَ عز وجل قَالَ: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلاَ يَضِلُّ وَلاَ يَشْقَى. [طه، 20 : 123]. رواه الحاكم وابن أبي شيبة والبيهقي. وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد.أخرجه الحاكم في المستدرک، 2 / 413، الرقم: 3438، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 120، الرقم: 29955، والبيهقي في شعب الإيمان، 2 / 356، الرقم: 2029، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 1 / 9، والطبري في جامع البيان، 16 / 225.

”حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور جو کچھ اس میں (احکام) ہیں ان کی اتباع بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی سے بچا لیتا ہے، اور قیامت کے روز اس کو سخت حساب و کتاب سے بھی بچا لے گا۔ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”پس جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرتا ہے تو نہ وہ گمراہ ہوتا ہے اور نہ ہی بد بخت۔

تبلیغ و تبیین: قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جب آپ اس پر ایمان لے آئے، اس کو پڑھا اور سمجھا پھر اس پر خود عمل پیرا ہو گئے تو اب ضروری ہے کہ آپ اسے دوسروں تک بھی پہنچاؤ اور اس کی تعلیم دو، یہ حق بھی ہر مسلمان پر حسبِ صلاحیت و استعداد عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔ اللہ کا ارشاد ہے:﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾[مائدہ:٦٧]

اے رسول (ﷺ)! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا، بے شک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔

یعنی آپ کی طرف جو وحی نازل کی گئی ہے اس کو دوسروں تک پہنچائیں، اس کی تبلیغ کریں۔ اور نبی ﷺ نے ساری زندگی اس کی تبلیغ میں لگا دی اور اور اپنے مشن کی تکمیل پر مستقبل کے لیے فریضہ تبلیغِ قرآن کی پوری ذمہ داری اپنی اُمت کے حوالے فرما دی۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے خطبے میں سوا لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعدد بار یہ شہادت لے کر کہ میں (ﷺ) نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے آئندہ کے لیے یہ مستقل ہدایت جاری فرما دی کہ: **فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ** "یعنی اب جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "بلغوا عنی ولو آیة"[صحیح البخاری بروایت عبداللہ بن عمرو] میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی ہو۔ ایک اور حدیث ہے۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (صحیح بخاری بروایت عثمان)

اور اس طرح قیامت تک کے لیے فریضہ تبلیغ و تعلیم کی ذمہ داری امت محمدیہ کے کاندھوں پر آ گئی جس کے لیے بحیثیت مجموعی وہ اللہ کے یہاں مسئول ہوگی۔ اور حدیث مبارک کے مطابق کہ ’’اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ‘‘ (قرآن یا تو تمہارے حق

میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف) قرآن کا علم وفہم الٹا انسان کے خلاف حجت قاطع اور اس کی بدعملی پر سزا وعقوبت کی شدت میں اضافے کا سبب بن جائے گا۔

قارئین کرام! یہ وہ حقوق ہیں جو انسان پر اللہ کی طرف سے قرآن کے متعلق عائد ہوتے ہیں جن کا پاس ولحاظ رکھنا اور امانتداری کے ساتھ اسے ادا کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے، تبھی وہ دنیا میں کامیاب وسرخرو ہو سکتے ہیں تبھی انھیں ترقی وعروج مل سکتی ہے ورنہ ان حقوق کی پاسداری نہ کرنے کی صورت میں تنزلی ہمارا مقدر ہوگی جیسا کہ عمر ابن الخطاب سے مروی ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ'' (مسلم: عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)''اللہ تعالیٰ اس کتابِ عزیز کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت وسربلندی عطا فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت ونکبت سے ہم کنار کرے گا۔''

اس سے پہلوتہی اختیار کرنے پر قیامت کی رسوائی بھی ہمارا حصہ ہوگی جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُوا۟ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا﴾ [فرقان: ۳۰] ''اور کہے گا رسول، اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظرانداز کردیا تھا''۔

قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا' اس سے اعراض کرکے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا' یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجرانِ قرآن میں داخل ہیں۔ جس کا بھیانک نتیجہ اللہ تعالی نے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾ [طہ: ۱۲۴] ''اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے''۔

حقیقت بھی ہے کہ قرآن آیا تھا ہماری زندگیوں میں تبدیلی برپا کرنے کے لیے، جن لوگوں نے عملی طور پر اپنی زندگیوں میں اس کو اپنایا وہ زمانے کے امام بن گئے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں، آپ کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھا، اسی کو حقیقی معنوں میں اپنا ہادی وراہنما سمجھا، اپنے عمل، اخلاق اور معاملات کو اسی کے مطابق استوار رکھا تو انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر ان کا رعب اور دبدبہ قائم رہا، دنیا میں وہ سربلند اور غالب رہے اور اسلام کا جھنڈا چہار دانگ عالم میں لہراتا رہا، لیکن جیسے جیسے وہ کتاب اللہ سے بے پروا اور نور وحکمت کے اس خزینہ سے بے تعلق ہوتے چلے گئے، ویسے ویسے ان پر زوال کے سائے گہرے ہوتے گئے اور وہ بتدریج فساد اور انحطاط میں مبتلا ہوتے چلے گئے اور نتیجتاً مغلوب ہوگئے۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کے عقائد خراب ہوئے، پھر اعمال بگڑے، پھر سنت کی جگہ بدعت نے لے لی، پھر ان کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا، وہ بیشمار فرقوں اور قومی ونسلی وجغرافیائی تعصّبات میں تقسیم ہوگئے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ''ہم'' خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر!

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

تعلیمات وتوجیہات

سویڈن میں قرآن سوزی کے واقعات پر ایک مسلم نوجوان کا سبق آموز ردِّعمل

شیخ شیر خان جمیل احمد عمری (برطانیہ)

سویڈن یورپ کا ایک آزاد ملک ہے۔ یہاں کا اظہار آزادی رائے کا قانون ہمیشہ چرچا میں رہتا ہے۔ 1970ء میں اس ملک نے توہینِ مذہب قوانین کو ختم کردیا تھا۔ اس وقت سے اس ملک میں توہین مذہب اور آزادی اظہار رائے کے درمیان حد فاصل ختم ہوچکی ہے۔ اسی لئے کچھ عناصر کی جانب سے گاہے بگاہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کرنا، طرح طرح کے کارٹون بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں گستاخی کرنا، نیز مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کو نذر آتش کرنا ایک معمول بن گیا ہے۔ اس سال جنوری اور جون میں دو مرتبہ قرآن مجید کو نذر آتش کیا گیا، پولیس کے پاس مزید تین تازہ درخواستیں دو قرآن جلانے اور ایک تورات اور انجیل جلانے کی آکر رکھی ہوئی ہیں۔ امسال جون میں دوسری مرتبہ ایک عراقی نژاد عیسائی نے پولیس سے قرآن کو نذر آتش کرنے کی اجازت طلب کی، پولس نے نقض امن کا حوالہ دے کر اجازت دینے سے انکار کردیا لیکن اس عیسائی شخص نے سویڈن کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نہ جانے سچائی کیا ہے لیکن یہ بات مشہور ہے کہ فار رائٹ گروپ نے اس عراقی نژاد عیسائی کی پشت پناہی کی ہے کیونکہ بقول ان کے سویڈن کی NATO رکنیت کی راہ میں ترکی رکاوٹ بن رہا ہے۔ اگرچہ کہ اس عراقی نے اس کے محرک ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ وجہ بتائی ہے کہ میرا نشانہ اسلام ہے نہ کہ نیٹو کے لئے سویڈن کی درخواست۔ بہرحال جو بھی بات ہو عدالت نے ملک کے قانون میں اس کی ممانعت نہ ہونے اور ہر شہری کو اظہار آزادی کا حق رکھنے کی دلیل دیتے ہوئے قرآن مجید کو جلانے کی اجازت دے دی۔ نتیجتاً اس عراقی نژاد عیسائی نے سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہوم کی سب سے بڑی مسجد کے سامنے 28 جون 2023ء کو قرآن مجید کے کچھ اوراق کو نذر آتش کردیا۔ مقامی طور پر اور دنیا بھر میں بھی اس واقعہ کی شدید مذمت کی گئی، مسلمان ملکوں نے احتجاج درج کرایا اور جا بجا عوامی مظاہرے بھی ہوئے۔

ان احتجاجوں، مذمتوں اور مظاہروں کے بیچ ایک شامی نژاد سویڈش مسلمان شہری "احمد علوش" نے سویڈن کی حکومت اور دنیا بھر کے حکمرانوں کو سبق سکھانے کے لئے ایک پلان ترتیب دیا اور اس کو عملی جامہ پہنایا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس شامی نژاد مسلمان سویڈش شہری نے پولس سے سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہوم میں اسرائیلی سفارت خانہ کے سامنے یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس کتابیں تورات اور انجیل کو جلانے کی اجازت (Permission) طلب کی۔ پولس کا اجازت نہ دینا دنیا میں سوال کھڑا کرسکتا تھا۔ پولیس اگر انکار کرتی تو وہ بھی عدالت جاتا اور عدالت کے پاس اس مسلمان کو اجازت دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔ انکار کرنے سے عدالت پر Double

Standard کا ٹھپہ لگ جاتا۔اس کی Credibility داؤ پر لگ جاتی کیونکہ یہ ایک مشہور اور حساس (Sensitive) مسئلہ تھا۔ دنیا جانتی تھی کہ اسی عدالت نے صرف دو ہفتہ قبل مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید کو جلانے کی اجازت دی تھی اور قرآن کو جلایا بھی گیا تھا جس کے نتیجہ میں دنیا بھر کے اندر شدید احتجاج ہوا تھا۔ چنانچہ پولس نے حکومت کی ایماء پر تورات اور انجیل کو بھی جلانے کی اجازت دیدی اور تاریخ اور وقت بھی مقرر کیا۔ ساتھ میں قید بھی لگادی کہ اس عمل کی تعمیل کے لئے اسرائیلی سفارت خانہ کے روبرو صرف تین افراد جمع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ احمد علوش اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر 15 جولائی 2023ء کو دوپہر ایک بجے اور کچھ منٹ پر اسرائیلی سفارت خانے کے روبرو حاضر ہو گیا۔ میڈیا کے نمائندے بھی جمع ہو گئے۔ سویڈن حکومت کی اجازت پر یہود و نصاریٰ سخت حیران تھے۔ انہوں نے اس عمل کو روکنے کے لئے سویڈن حکومت اور پولس پر کافی دباؤ ڈالا لیکن وہ ناکام رہے۔ اس اجازت اور ہونے والے واقعہ نے انہیں درد و کرب میں مبتلا کر دیا۔ ایک بتیس سالہ مسلم نوجوان نے اسرائیل کے صدر، وزیر اعظم اور دیگر قائدین کو بے بس کر دیا تھا۔ ان کی بے بسی اور بے چینی، بے قراری اور تڑپ عیاں تھی۔ ان کے سر شرم سے جھکے ہوئے تھے۔ اس سنسنی خیز ماحول اور دباؤ میں سب کی نگاہیں اس مسلمان نوجوان احمد علوش پر ٹکی تھیں۔ یہ سویڈش مسلم نوجوان حسب پلاننگ حکومتی اجازت کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس کتابوں تورات اور بائبل جلانے کے اعلان پر عمل نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ نہ تورات لے جاتا ہے اور نہ انجیل بس اپنے ساتھ ایک لائٹر لے جاتا ہے۔ احمد علوش نے اس Lighter کو ہوا میں لہرا کر زمین پر پھینک دیتا ہے۔ سب حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ مسلمان ان مقدس کتابوں کو جلا کیوں نہیں رہا ہے۔ سب کے لئے یہ غیر متوقع بات تھی۔ اجازت پا کر بھی اس مسلمان نے ان کی مقدس کتابوں کو نہ جلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ سب کے دلوں میں بس ایک ہی سوال تھا کہ:

Why A Muslim protester in Sweden did not burn The Torah and Bible despite permission

سویڈن میں ایک مسلمان نے اجازت کے باوجود تورات اور بائبل کو کیوں نہیں جلایا؟ احمد علوش کا سب کے لئے یہ جواب تھا:

I never intended to burn the religious texts."It is against the Quran to burn and I will not burn. No one should do that",he told the assembled media".This is a response to the people who burn the Quran. I want to show that freedom of expression has limits that must be taken into account".

میں نے کبھی بھی مذہبی کتابوں کو جلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ یہ عمل خود قرآن (کی تعلیمات) کے خلاف ہے کہ (مذہبی کتابوں کو) جلایا جائے (لہٰذا) میں نہیں جلاؤں گا۔ کسی کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہئے، اس نے جمع میڈیا کو بتایا کہ" یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو قرآن کو جلاتے ہیں۔ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ آزادی اظہار کی حدود ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے"۔ احمد علوش آگے کہتا ہے:

"I want to show that we have to

respect each other, we live in the same society. If I burn the Torah, another the Bible, another the Quran, there will be war here. What I wanted to show is that it's not right to do it".

''میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے، ہم ایک ہی معاشرے میں رہتے ہیں۔ اگر میں تورات، کوئی بائبل، کوئی اور قرآن جلائے تو یہاں جنگ شروع ہوجائے گی۔ بس میں جو بتانا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے''۔

''مجھے میرا مذہب مذہبی کتابوں کو جلانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا ہے، چاہے وہ کسی کے بھی مذہب کی کتابیں ہوں، میں بس یہ چاہتا تھا کہ اس سلسلہ میں ایک بحث کو وجود میں لاؤں''۔

احمد علوش دنیا کو ایک واضح پیغام دینا چاہتا تھا کہ بائبل اور تورات کو جلانے کے اعلان کے بعد عیسائیوں اور یہودیوں میں جس طرح سے بے چینی، بے قراری اور افراتفری پھیل گئی تھی اور وہ دکھ اور درد میں مبتلاء ہوگئے تھے بعینہ یہی صورت حال مسلمانوں کی بھی ہوتی ہے جب ان کے مقدسات کی توہین ہوتی ہے، ان کے قرآن کو نذر آتش کیا جاتا ہے۔

احمد کا کہنا تھا کہ وہ سویڈن اور ساری دنیا کو صرف یہ پیغام دینا چاہتا تھا کہ ''مقدس کتابوں کو جلایا نہ جائے، یہ ایک اشتعال انگیز عمل ہے۔ سویڈن کا اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مقدس کتابوں کو جلانے کی اجازت دینا بلاشبہ ایک فتنہ انگیز عمل ہے''۔

اس سویڈش مسلمان کی اس حکمت عملی نے نہ صرف سویڈن کے حکمران بلکہ اسرائیل اور دیگر ممالک کے حکمرانوں کی بھی آنکھیں کھول دی ہیں۔ انہیں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے اور اس کے تدارک کے لئے اقدامات کرنے پر مجبور کردیا ہے کہ سبھوں کی مقدس کتابوں کا یکساں احترام ہو، ان کی توہین کرنے والوں کی مذمت ہو اور اس فعل قبیح کے روک تھام کی ٹھوس تدبیر ہو۔

چنانچہ اسرائیل کے صدر اسحاق ہرزوگ نے کہا کہ:

"As the President of the State of Israel, I condemned the burning of the Quran, sacred to Muslims the world over, and I am now heartbroken that the same fate awaits a Jewish Bible, the eternal book of the Jewish people".

''میں نے بحیثیت صدر قرآن جلانے کی مذمت کی ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے، اب میں دل سے ٹوٹا ہوا ہوں کہ یہودیوں کی ابدی کتاب، ایک یہودی بائبل کا بھی یہی انجام ہوگا''۔

اسرائیلی وزیر اعظم بینجمن نتن یاہو نے ٹوئٹر پر لکھا کہ:

"The State of Israel takes very seriously this shameful decision that damages the Holy of Holies of the Jewish people. The sacred books of all religions must be respected".

''ریاست اسرائیل اس شرمناک فیصلے کو بہت سنجیدگی سے لے رہی ہے، جس سے یہودیوں کے مقدسات کو نقصان پہنچا ہے، تمام مذاہب کی مقدس کتابوں کا احترام کیا جانا چاہیئے''۔

اس واقعہ کے بعد سویڈن حکومت نے بھی قرآن جلانے کے

عمل کو"Islamophobic Act" قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے۔

سویڈن کا آزادی اظہار کا قانون، سویڈن سمیت اسرائیل وغیرہ کے لئے بھی اب دردسر بن گیا ہے اور دنیا کے دوہرے معیار(Double Standard) پرکاری ضرب لگائی ہے، سویڈن کی حکومت کو اپنے 1970ء کے توہین مذہب قانون کے بحالی کے لئے غور کرنے پر مجبور کردیا ہے۔

بلاشبہ ایک مسلمان کے تورات اور انجیل کو جلانے کے اعلان اور حکومتی اجازت پا کر بھی نہ جلانے کے عمل نے اسلام اور مسلمانوں کے کردار کو بہت روشن کیا ہے۔ اسلام نے دوسرے مذاہب، ان کے معبودوں اور ان کے مقدسات کی توہین کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

اسرائیل کا مشہور اخبار

"The Jerusalem post"

اپنے 16 جولائی 2023ء کی اشاعت میں فرنٹ پیج پر یہ سرخی لگانے پر مجبور ہوا ہے

''Burning Sacred Books is unacceptable, whether it be the Torah, Bible or Quran''

یعنی ''مقدس کتابوں کو جلانا ناقابل قبول ہے، چاہے وہ تورات ہو، بائبل ہو یا قرآن''۔

میگنس رینسٹورپ سویڈش ڈیفنس یونیورسٹی میں سینٹر فار سوسائیٹل سیکیورٹی کے ایڈوائزر اور دہشت گردی کے موضوعات کے ماہر ہیں، وہ کہتے ہیں، ''سویڈن کے لیے یہ ایک سنگین صورتِ حال ہے''۔

عالمی صہیونی تنظیم کے چیئرمین یاکوہیگول نے کہا کہ ''تورات کو جلانے کی اجازت دینا، آزادی اظہار نہیں بلکہ سام دشمنی ہے''۔

یورپین جیوش کانگریس نے بھی مذمتی بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ ''اشتعال انگیز، نسل پرستانہ، سام دشمنی اور بیمار کرنے والی حرکتوں کی کسی بھی مہذب معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہے''۔

اب عالمی صیہونی تنظیم اور یورپین جیوش کانگریس اور دنیا بھر کی لیڈرشپ کو عدل کا دامن تھام لینا چاہئے اور دوہرے معیار (Double Standard) سے توبہ کرنی چاہئے، بصورت دیگر ظلم ہوگا، بےبسی ہوگی، مظلومین کے ردعمل میں اضافہ ہوگا، اور دنیا امن سے خالی ہوگی۔

اخبارات کے مطابق اس سلسلہ میں اقوام متحدہ (United Nations) کا اجلاس ہونے والا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اقوام متحدہ ''آزادی اظہار رائے'' کی حدود کو طے کرے، اس کی Definition کو متعین کرے اور توہین مذہب قوانین کو متعارف کرائے۔

31 جولائی 2023ء کو او آئی سی (Organisation of Islamic Cooperation) نے اس سلسلہ میں اجلاس منعقد کرکے اس واقعہ کی سخت الفاظ میں مذمت کی اور سویڈن حکومت کے پاس اپنا احتجاج درج کرایا اور اس کا مستقل حل نکالنے پر زور دیا ہے۔ OIC کو چاہئے کہ وہ صرف احتجاج ریکارڈ کرانے پر اکتفا نہ کرے بلکہ یونائیٹڈ نیشنز کے پلیٹ فارم سے اس بابت قانون سازی کروائے۔ اب لوہا گرم ہے غیر بھی قرآن جلانے کی مذمت کرنے پر مجبور ہیں، لہٰذا موقع کا فائدہ اٹھایا جائے اور توہین مذاہب کے تدارک کے لئے مستقل حل تلاش کرلیا جائے تاکہ سبھوں کی مقدسات کی پامالی ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے۔

بحث ومطالعہ

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مایۂ ناز تصنیف

''کتاب التوحید''

اہل علم کی نگاہ میں

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

مجددّ دعوت سلفیہ، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ بارہویں صدی ہجری میں عالم فکروعمل کی ایک ممتاز اور منفرد شخصیت تھے آپ نے نجدوحجاز کے تپتے ہوئے صحراؤں اور وہاں کے وسیع وعریض ریگستانی علاقوں کو اپنی دعوتی وتعلیمی تگ وتاز کا ایسے وقت میں مرکز بنایا جب پوراعالمِ اسلام بدعات وخرافات اور خلافِ شریعت رسوم ورواج کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور مسلمان دین اسلام کی سچی دعوت اور صاف ستھری اور واضح تعلیمات کو بھول چکے تھے، ایسے وقت میں آپ نے نجدوحجاز کے لوگوں کو خواب غفلت سے جگایا اوران کے دلوں میں کتاب وسنت کی اطاعت، عمل بالحدیث اور اتباع توحید وترکِ شرک وخرافات کی ایک نئی روح پھونک دی، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے توحید کی نشرواشاعت اور دین حق کے پیغام دلنواز کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے اپنی ساری مساعی وقف کردیں اوراللہ کی مددونصرت کے بعد سعودی سلطنت کے سب سے پہلے موسس امیر محمد بن سعود رحمہ اللہ کی معاونت سے ایک مثالی حکومت کی تشکیل میں کامیاب ہوئے اوراس طرح عرب کے صحراؤں اور بیابانوں میں توحیدوسنت کا ڈنکا بجنے لگا، آپ توحید کے بڑے مبلغ اور بدعات وشرکیات کے لئے تیغ براں تھے، اپنی دعوت اور اصلاح کا مرکزی محور اللہ کے بندوں کو اللہ کے حقوق، اس کے مقام کبریائی اورشان الوہیت وعبودیت سے جوڑنا اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی شرکیات کا قلع قمع کرنا بنا رکھا تھا چنانچہ آپ نے اپنے قلم کو جنبش دی اور رفتہ رفتہ آپ کے قلم سے متعدد کتابیں منصۂ شھود پرآئی چلی گئیں، انھیں کتابوں میں آپ کی ایک بے مثال اور معرکۃ الآراء کتاب ''کتاب التوحید'' ہے جو امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری کے طرز واسلوب پر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اورآثارصحابہ پرمشتمل ہے۔ کتاب اتنی بلند پایہ اور جامع تھی کہ رفتہ رفتہ ہزاروں دشمنوں اورحاسدین کے حسد کے باوجود بھی مقبول خاص وعام ہوتی چلی گئی اور متعدد ملکوں میں اس کے بے شمار ایڈیشن شائع ہوئے، آج اس کی ۱۸/ سے زائد طبعات مارکیٹ میں دستیاب ہیں، کتاب کی مقبولیت وافادیت کے پیش نظر اس کی شرحیں اور حواشی تیار کی گئیں اور کبار علماء نے اسے اپنے دروس اور خطبات کی زینت بنالیا، کم وبیش ۳۰/ سے زائد شروحات وحواشی آج لائبریریوں میں موجود ہیں اوراسی کے ساتھ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا اور لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیامیں اسے چھاپ کرتقسیم کیا گیا اور دن بدن اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اس لئے اہل علم اورطلبہ کو چاہئے کہ وہ اس عظیم کتاب کو اپنے دروس اور دائرہ افادہ واستفادہ میں شامل کریں اور امت کو توحید کے حقائق سے روشناس کرائیں۔

زیرنظر مقالہ میں کتاب کی اہمیت وافادیت کے مدنظر اس کی

عمدگی، بے مثالی اور مفید خلائق ہونے کے سلسلے میں اہل علم وانصاف کے اقوال درج کئے جاتے ہیں تاکہ کتاب کی اہمیت دوبالا ہوجائے اور جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے یا تعصب کی عینک چڑھائے ہوئے نادان دوستوں کے لئے اقامت حجت ہوجائے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب سے امت کو بھرپور فیض اٹھانے کی سعادت ارزانی بخشے۔آمین

۱- معروف عالم دین شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ(متوفی ۱۲۳۳ھ) لکھتے ہیں:"**هو كتاب فرد في معناه لم يسبقه اليه سابق ولا لحقه فيه لاحق**" کہ اپنے باب میں یہ ایک منفرد کتاب ہے اس سے پہلے نہ اس طرح کی کوئی کتاب تھی اور نہ اس کے بعد۔ (تیسر العزیز الحمید:ص ۲۴)

۲- نجد کے معروف مؤرخ علامہ عثمان بن بشر رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۹۰ھ) اپنی مایہ ناز کتاب "**عنوان المجد في تاريخ نجد**" میں لکھتے ہیں:"**ماوضع المصنفون في فنه احسن منه فإنه احسن فيه و أجاد وبلغ الغاية و المراد**" کہ اس فن میں اس سے بہتر کسی نے لکھا ہی نہیں شیخ رحمہ اللہ نے یہ بہت ہی اچھا اور بہترین کام کیا اور اپنے مقصد میں کامیابی تک پہونچے۔(عنوان المجد :۱/ ۱۸۵)

۳- عربی کے معروف داعی شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن رحمہ اللہ(متوفی ۱۲۹۳ھ) رقمطراز ہیں کہ:فن توحید میں شیخ کی یہ معروف تصنیف ہے جو صراط مستقیم کی طرف دعوت کا اعلان ہے اور جسے بے شمار طلباء ومستفیدین نے پڑھا اور سنا ہے اور جس کے متعدد ایڈیشن مختلف شہروں میں شائع ہوچکے ہیں اور جس کی شہرت بلندیوں تک پہونچ چکی ہے اور ظلم وحسد اور بغی وفساد سے دور رہنے والے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس طرح اس کے چاہنے والے اور اس کی تائید کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔(الدرر السنیة:۱/ ۳۷۷)

۴- عالم عرب کے معروف مفسر اور فقیہ علامہ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۶ھ) تو ہمیشہ اس کتاب کو مکمل حفظ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔(فتاویٰ سعدیہ:ص ۳۸)

۵- مفتی عرب علامہ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۹ھ) اس کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ایک قاضی کو خط لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ"کہ بحیثیت ایک قاضی آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ کچھ وقت اس کتاب کے لئے نکالیں اور اسے مجمع عام میں آپ پر پڑھا جائے اور آپ حسب سہولت اس کی شرح فرمائیں"۔(فتاویٰ ورسائل الشیخ محمد بن ابراہیم:۱۳/ ۲۰۵)

۶- معروف فقیہ اور مدرس شیخ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۲ھ) اس بابت بڑی پیاری بات تحریر کی ہے، لکھتے ہیں کہ: شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے جو کتاب توحید پر لکھی ہے وہ بے مثال ہے اس کی کوئی نظیر نہیں، اس میں آپ رحمہ اللہ نے توحید کی سچائی کو واضح کیا ہے جسے اللہ نے بندوں پر واجب فرمایا ہے اور جس کے لئے مخلوقات کی پیدائش ہوئی ہے اور اس کی خاطر رسولوں کو بھیجا گیا اور آسمانی کتابوں کا نزول ہوا، اس میں شرک اکبر، شرک اصغر، بدعات اور ایسے وسائل کا تذکرہ ہے جو یا تو توحید کے منافی ہیں یا کمال توحید میں نقص کا باعث ہیں۔ آگے تحریر فرماتے ہیں:"**فصار بديعا في معناه لم يسبق إليه، علماً للموحدين وحجة على الملحدين، واشتهر أي اشتهار، وعكف عليه الطلبة، وصار الغالب يحفظه عن ظهر قلب، وعم النفع به**" کہ اس اعتبار سے یہ کتاب اپنے باب میں انتہائی عمدہ ہے اس سے پہلے اس کی مثال نہیں، یہ تمام موحدین

کے لئے ایک نشانی ہے اور ملحدین کے خلاف ایک حجت ہے۔ اسے بڑی شہرت ملی اور اس پر طلباء ٹوٹ پڑے اور بیشتر نے اسے زبانی یاد کرلیا اور اس کا فائدہ بہت عام ہوگیا۔(حاشیہ کتاب التوحید:ص۷)

۷- شیخ سلیمان بن حمدان رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۷ھ) شیخ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ: ''جولوگ شرک اکبر اور اصغر میں ملوث تھے اور اس کا بطور دین اعتقاد رکھتے تھے نہ ہی اس سے تائب ہوتے، نہ استغفار کرتے تو شیخ رحمہ اللہ نے اپنے تجربات اور مشاہدات کو سامنے رکھ کر ان کا حال لکھا چنانچہ یہ ان کے لئے ایک تریاق اور زود اثر نسخہ ثابت ہوا''۔(الدر النضید شرح کتاب التوحید:ص۵)

۸- عالم اسلام کے معروف مفتی اور فقیہ علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) خصوصی طور پر اس کے حفظ کرنے اور اہتمام کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں طلباء کو قرآن وحدیث کے ساتھ عقیدہ کی کتابوں کو پڑھنے اور اسے یاد کرنے کی ترغیب دیتا ہوں اس لئے کہ یہ علوم کتاب وسنت کا خلاصہ اور اس کی اساس ہیں جیسے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی ''کتاب التوحید''۔(الجامع الفرید:ص۶)

۹- شیخ عبداللہ البسام (متوفی ۱۴۲۳ھ) رقمطراز ہیں کہ: **''من أنفس الكتب ولم يصنف على منواله''** کہ یہ کتاب انتہائی عمدہ ہے اور اس کے طرز پر کوئی اور کتاب نہیں۔ (علماء نجد:۱/۱۴۹)

۱۰- سعودی عرب کے معروف فقیہ، مدرس شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ: **''هذا الكتاب من أنفس الكتب المؤلفة فى باب التوحيد لانه مبنى على الكتاب والسنة''** کہ یہ کتاب توحید کے عنوان پر انتہائی نفیس اور عمدہ کتاب ہے کیونکہ اس کا دارومدار کتاب وسنت ہے۔(اعانۃ المستفید شرح کتاب التوحید:۱/۱۸)

۱۱- متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی کتابوں میں سب سے زیادہ نفع بخش بابرکت اور چلنے والی کتاب ان کی مایہ ناز تصنیف کتاب التوحید ہے جس نے ذہن ودماغ اور تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا اور اصلاح وتجدید امت کے باب میں اس کا بہت بڑا کردار رہا، اس کتاب میں شیخ رحمہ اللہ نے سنت کی حمایت کی اور اس میں سلفی مسلک کو دلائل وبراہین سے مستحکم کردیا اور اسے انتہائی شوق وافتخار سے عالم اسلام کے کونے کونے میں پڑھا جاتا ہے''۔ (ہدایۃ المستفید:۱/۲۸)

۱۲- محدث کبیر علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کتاب نے شرک کے مراکز اور اہل بدعت کے کارناموں پر ایٹم بم کا کام کیا، مشرکین لرزہ براندام ہوئے، مخالفین نے اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اہل ہند نے شہید ملت اسماعیل رحمہ اللہ کی کتاب تقویۃ الایمان کے ساتھ کیا مگر بموجب فرمان الٰہی: ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾[الاعراف:۵۸] جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل لاتی ہے''۔(ہدایۃ المستفید:۱/۳۷-۷۴)

اہل علم وانصاف کے مذکورہ بالا اقوال اور توصیفی وتعریفی کلمات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کتاب التوحید اپنے باب میں انتہائی جامع، معرکۃ الآراء اور مایۂ ناز ومستند کتاب ہے اس سے ملت اسلامیہ کے ہر خاص وعام کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی سچائی سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

منہجِ دعوت

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور دعوتِ توحید

شیخ خالد جمیل مکی (شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ ممبرا)

انسان کی پیدائش سے وفات تک کی ساری زندگانی کا محور عقیدۂ توحید ہے اور اسی منہج توحید پر انسانیت کا ابتدائی دور قائم رہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر صدیوں بعد تک اولادِ آدم کی اصلیت عقیدۂ توحید رہی۔ فرمان باری تعالیٰ: ﴿كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ [البقرة: ۲۱۳]

دراصل لوگ ایک ہی گروہ یعنی توحید پر تھے جس کی تعلیم انبیاء دیتے رہے اسی پر لوگ قائم رہے، لیکن بعد میں ان میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہوا، اور صحیح عقیدہ کی عمارت میں شرک وانحراف کی دراڑ پہلی مرتبہ قوم نوح میں پڑی ورنہ حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کے درمیانی عہد میں تقریباً دس نسلیں گزریں سب کے سب دین الٰہی پر قائم ودائم رہیں بعد میں ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

﴿وَمَا كَانَ ٱلنَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَٱخۡتَلَفُواْ...﴾ [یونس: ۱۹] ''تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کرلیا''۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو دنیا میں اپنی عبادت وبندگی کے لئے پیدا کیا اور کوئی بھی عبادت بغیر توحید کے نامقبول ہوگی، قیامت کے روز عقیدہ توحید کی موجودگی میں اعمال کی کوتاہیوں کی معافی تو ہوسکتی ہے لیکن عقیدہ میں بگاڑ کی صورت میں زمین وآسمان کی وسعتوں کے برابر صالح اعمال بھی اکارت وبیکار ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انس وجن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا تو اس نے ضروری جانا کہ وہ ان کی ہدایت کا انتظام فرمائے، چنانچہ اس کام کے لئے اللہ نے نبیوں اور رسولوں کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا جو پیارے رسول ﷺ تک یہ ختم ہوگیا۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول مبعوث نہ ہوگا لیکن آپ کے بعد یہ ذمہ داری خلفاء اربعہ اور جماعت صحابہ نے نبھائی اور ان کے بعد قرون بعد قرون یہ فرائض وذمہ داریاں امت کے علماء کو منتقل ہوتی رہیں جنھوں نے اس انبیائی مشن کو نبوی میراث مان کر اس کا حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی اور **''العلماء ورثة الانبياء''** کے مصداق بنے اور ﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ﴾ [آل عمران: ۱۰۴] کا فرض منصبی بخوبی نبھایا، لیکن جیسے جیسے قرون اولیٰ سے انسانیت دور ہوتی گئی کتاب وسنت سے لوگ دور ہوتے گئے اور ان میں کفر والحاد اور شرک وبدعات کا دور دورہ شروع ہوا اور جہالت وتاریکی نے اپنی چادریں تان دیں اور رسوم ورواج کا چلن عام ہونے لگا اور عقیدہ توحید میں فساد وبگاڑ پیدا ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میں سے کچھ مصلحین ومجددین پیدا فرمایا جنھوں نے اپنی علمی بصیرت اور دعوتی شعور وآگہی سے دنیا کو الحاد وبے دینی، تصوف ورہبانیت اور قبر پرستی کے دلدل سے نکال کر کتاب وسنت کی روشن شاہراہ پر لاکھڑا کیا اور انھیں جو کتاب وسنت سے کوسوں دور نکل گئے تھے سنت کی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کیا اور جو علماء سو کی

شیطانی جالوں میں پھنس کر رہ گئے تھے انھیں ان الجھنوں سے نکال کر نجات کے راستہ پر لا کھڑا کیا۔

انھیں داعین و مصلحین کی فہرست میں ایک بڑا نام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کا ہے آپ کی ولادت باسعادت ۱۷۰۴ء کو شہر عیینہ جو نجد کے علاقہ میں واقع تھا ہوئی اور وہیں اپنے والد محترم کی تربیت میں پروان چڑھے، آپ کی نشونما ایک دینی و علمی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد محترم شہر عیینہ کے بڑے عالم اور قاضی تھے، اس خاندانی پس منظر نے آپ کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی جس کی بنا پر آپ نے علم و ادب اور عمل میں پختگی پائی اور عروج ملا، نتیجتاً بلوغت سے قبل کی عمر ہی میں قرآن کریم حفظ کرلیا، اللہ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا کیا تھا، مضبوط قوت حافظہ کی وجہ سے ہر خاص و عام کے یہاں ہر دلعزیز تھے، حفظ قرآن کریم کے بعد شہر عیینہ کے مقامی علماء بشمول والد محترم سے خوب خوب استفادہ کیا اور پھر مزید حصول علم کے لئے مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا مثلاً احساء، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بصرہ وغیرہ اور دمام کے کبار علماء ومشائخ کے سامنے زانوئے تلمذتہ فرمایا اور خوب کسب فیض کیا، جہاں ایک طرف ان سے علوم وفنون میں مہارت تامہ پیدا کی دوسری طرف ان کی سیرت و کردار کو اپنا زیور بنایا اور تقویٰ وورع میں مشہور ہوگئے، آپ کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم الجوزیہ کی کتابوں کے پڑھنے کا بڑا شوق رہا چنانچہ ان بزرگوں کی کتابوں کا خوب مطالعہ کرتے رہے۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے روشن ذہن اور تیز طرار عقل سے نوازا تھا، بحث ومباحثہ اور تصنیف وتالیف کے بڑے حریص تھے، آپ کی پوری زندگی دعوت دین، تعلیم وتعلم اور جہاد فی سبیل اللہ میں گزری، نجد کے گمراہ کن عقائد اور وہاں کے غیر اسلامی رواج کو دیکھ کر بہت بے چین رہتے اور ہمیشہ ان کے شب و روز اس میں گزرتے کہ ان کا خاتمہ کیسے ہو اور پھر اس کے لئے کمر بستہ ہوگئے اس وقت حالت یہ تھی کہ عوام تو عوام حجاز ونجد کے بہت سے علماء بدعات وخرافات میں ملوث تھے۔ آپ نے حق کی دعوت دینی شروع کی تو بڑی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ احساء کے حاکم نے عیینہ کے حاکم کو شیخ رحمہ اللہ اور ان کے ہمنواؤں کی مخالفت پر آمادہ کیا جس کے نتیجے میں شیخ کو شہر سے نکل جانا پڑا اور آپ درعیہ پہونچے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ وہاں آپ نے امیر محمد بن سعود رحمہ اللہ کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تو امیر محمد بن سعود رحمہ اللہ نے شیخ سے دعوت إلی اللہ و شعائر دین کے قیام پر بیعت کرلی، اس سے آپ کو بہت قوت ملی اور دعوتی سرگرمیاں اور مضبوطی سے انجام دینے پر قدرت پائی، پھر آپ نے نجد وحجاز کے مختلف رؤساء وقاضیوں کو دعوتی خطوط بھیجے اور پوری دلجمعی اور سرگرمی کے ساتھ دعوتی کاموں اور علمی رسالوں کی تالیف و اشاعت کے کام میں مصروف رہنے لگے ادھر مخالفت میں بھی تیزی آگئی مجبوراً شیخ اور امیر محمد بن سعود رحمہم اللہ تعالیٰ نے دعوت میں قوت لانے کے لئے عزم جہاد کیا بالآخر امیر عبدالعزیز کے ہاتھوں ریاض فتح ہوا اور سلطنت کے وسیع ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ تمام دعوتی رکاوٹیں ختم ہوئیں اور مشکلات رفع ہوگئی۔ شیخ رحمہ اللہ اب امور عامہ کو امیر عبدالعزیز بن سعود رحمہ اللہ کے سپرد کر کے خود درس وتدریس اور علمی کاموں میں منہمک ہوگئے۔ لیکن امیر محمد بن سعود اور ان کے صاحبزادے شیخ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے بلکہ ہر معاملہ میں شرعی حکم دریافت کرتے۔

اب حکومت کی تائید اور علم وآگہی کی طاقت کے بل بوتے شیخ رحمہ اللہ نے توحید کے پرچم کو حجاز ونجد اور قرب وجوار کے علاقوں میں بلند کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور زبان وقلم کی طاقت کے

بل بوتے بدعات وخرافات کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوئے اورشرک کے ایوانوں میں پرچم توحیدلہرادیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چندسالوں میں توحید کے غلغلہ سنے جانے لگے۔

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اپنی دعوتی مشن کو اور مہمیز دی کی اور زبان کے ساتھ ساتھ اپنی تصنیفات سے اسلام کی خدمت میں لگ گئے چنانچہ ان کے قلم سے بہت سی کتابیں معرضِ وجود میں آئیں جن میں سب سے مقبول ومعروف کتاب ''کتاب التوحید الذی ھو حق اللہ علی العبید'' ہے اس کتاب سے شرک وبدعات، رسوم ورواج کے قلعوں میں زلزلہ پیدا ہوگیا اور عرب وعجم میں اس کے چرچے شروع ہوگئے اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بہتوں کے ہدایت کا ذریعہ بنایا، لوگ بدعات وخرافات اور شرکیہ عقائد سے نکل کر توحید کے آغوش میں آگئے، اس کی آواز گھر گھر پہونچی اور اس کے ایک ایک جملے کو لوگوں نے حفظ کیا، اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانان عالم کو نئی ایمانی زندگی عطاء کی اور حق الیقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ''کتاب التوحید'' شیخ رحمہ اللہ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

وہیں دوسری طرف اس کتاب کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ کے مخالف ہوگئے، یہ مخالفت صرف اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی بڑی مخالفتیں ہوئیں، وطن عزیز ہندوستان میں بھی اس کتاب کی وجہ سے آپ کو بہت کچھ کہا اور آپ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور جھوٹے جھوٹے قصہ اور کہانیاں گڑھی گئیں آپ کو گستاخِ رسول بتایا گیا اور آپ کی کتاب اور اس پر عمل کرنے والوں کو ''وہابی'' لقب دے دیا گیا جو ایک گالی مانی جاتی تھی۔ نیز آپ کے قتل کے فتوے صادر کئے گئے، غرضیکہ توحید کے اس عظیم داعی کو جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اتنا شاید ہی کسی داعی حق کو بدنام کیا گیا ہو۔ مولانا مسعود عالم ندوی (رحمہ اللہ) نے ۱۹۴۶ء میں شیخ کی سوانح حیات پر ایک کتاب ترتیب دی جس کا نام ہی ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' رکھا۔ اس کتاب نے ہندوستان میں کسی حد تک خواص کے ذہنوں پر تعصب کا جو پردہ چڑھا تھا اسے اٹھانے کی کوشش کی اور جس سے عوام وخواص کے ذہنوں کی صفائی میں بڑا مثبت نتیجہ دیکھنے کو ملا۔

ہندوستان کے مشہور عالم دین ومورخ علامہ منظور نعمانی رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں لوگوں کو وہابیوں کا ذکر بہت برائی کے ساتھ کرتے سنا کرتا تھا، بس بچپن میں اتنا سمجھا تھا کہ وہابی بہت برے اور خراب ہوتے ہیں، وہ رسول اللہ اور اولیاء اللہ کو نہیں مانتے ہیں، ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں، اسی عہد طفولت میں سنا تھا کہ عبدالوہاب نجدی نامی شخص ان وہابیوں کا پیشوا تھا جو قبر رسول کو کھود کر آپ ﷺ کی لاش نکال کر بے حرمتی کرنا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

اس بات سے صاف طور پر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی کتاب اور آپ کے تئیں لوگوں کا کیا رویہ تھا۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ عزت دینا چاہے اس کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا، اور جسے ذلیل کرنا چاہے اسے کوئی سرخرو نہیں کرسکتا۔

آج آپ کی کتاب دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے اور بے شمار زبانوں میں اس کے تراجم موجود ہیں، دنیا اس کے ذریعہ صحیح خالص اسلامی عقیدے کو جان رہی ہے اور اس کی روشنی میں زندگی گزار کر جنت کا حقدار بن رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو آپ رحمہ اللہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ۔

وصلی اللہ علیہ نبینا محمد وعلی آلہ و صحبہ أجمعین.

احساسات وتاثرات

داعی کیلئے ''کتاب التوحید'' کی ضرورت وافادیت

ایک جائزہ

شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب "کتاب التوحید" اہل علم کے درمیان محتاج تعارف نہیں ہے، اس کتاب نے امت مسلمہ پر غیر معمولی چھاپ چھوڑی ہے، یہ کتاب از اول تا آخر توحید کے اہم ترین مسائل اور اس کے متعلقات سے بحث کرتی ہے، ایک زمانہ ہے جو اس کتاب کے ذریعہ ہدایت کی شاہراہ پر گامزن ہوا، توحید کے مسائل، اس کے منافی امور، شرک کے مظاہر اور اس کے چور دروازے، بدعت کی لعنتیں، رسومات وتوہمات یہ تمام مباحث شرح و بسط کے ساتھ اس کتاب کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں، اس کتاب نے توحید عبادت کے مسئلے کو جس قدر منقح ومجلی کیا ہے اور کتاب وسنت کے دلائل سے مباحث کو مزین کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، بیان مسئلہ میں کہیں تشنگی محسوس نہیں ہوتی ہے، کہیں کوئی ابہام یا غموض نہیں ہے، ایک بڑا امتیاز اس کتاب کا یہ ہیکہ سماج ومعاشرے کے عقدی ومنہجی منظرنامے کو پوری طرح سے سمیٹ لیا ہے، انسانی اعمال وافعال سے کتاب کا ذہنی ودعوتی رشتہ جوڑ کے لکھا ہے، دراصل صاحب کتاب سماج ومعاشرے کی فکری وعملی بے راہ روی سے دلگیر ہوکر اس کتاب کی تالیف کا ارادہ فرمایا تھا، شرک اصغر سے لے کر شرک اکبر تک کے پائے جانے والے تمام مظاہر کو کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا ہے، اس لئے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت جامع، ہمہ گیر اور متنوع ہے، اٹھارویں صدی سے لے کر تا ایں دم اس کتاب کی مقبولیت وافادیت میں ہر گذرتے دن رات کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے، اس کی دو درجن کے قریب شروحات لکھی جاچکی ہیں، تقریبا تمام زبانون میں اس کا ترجمہ ہوچکا ہے، اس کی غیر معمولی افادیت کے مدنظر اس کتاب کو دینی مدارس کے نصاب میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔

ایک داعی کی سب سے بڑی ترجیح عقیدہ ہوتا ہے، عقیدہ دعوت الی اللہ کا پہلا قدم ہے، عقیدے کی دعوت اور منہجی اصلاح کی کوئی بھی کامیاب کوشش کتاب التوحید سے بے نیاز نہیں ہوسکتی ہے، توحید کا جامع علمی ومنہجی تصور لے کر ہی دعوت کے میدان میں موثر سلسلہ جاری رکھا جاسکتا ہے، اس لئے داعی کو کتاب التوحید کے علمی وروحانی سائے میں رہ کر اپنی داعیانہ زندگی کا سفر طے کرنا چاہئے، داعی اس کے مباحث اور موضوعات کو اس تکرار سے پڑھے کہ متعلقہ موضوع کا ہر مسئلہ اس کے ذہن نشین ہوجائے، اس باب میں اس کے ذہن میں کوئی ابہام اور کوئی تناقض باقی نہ رہے، اس طرح سے وہ معاشرے میں ایک کامیاب داعیانہ کردار ادا کرسکتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی شخصیت انقلابی اور نتیجہ خیز دعوتی کارہائے نمایاں کیلئے جانی جاتی ہے، آپ سے پہلے نجد شرک وبدعت کا گہوارہ تھا، ضلالت وگمراہی کی بادسموم ہر چہار جانب چل رہی تھی، عقیدہ ومنہج کے فساد کے ساتھ دنیا جہان کی اخلاقی ومعاشرتی برائیوں میں آپ کا زمانہ اور علاقہ سرتاسر غرق تھا، لوٹ کھسوٹ، ظلم وزیادتی، غصب ونہب جیسے لعنتوں میں

پورا خطہ ڈوبا ہوا تھا، آپ نے اس تیرہ وتار ماحول میں وقت کی برائیوں کے خلاف جہاد کیا، شرک و بدعات کا قلع قمع کیا، کتاب وسنت کی تابشیں عرب کے کونے کونے تک پہونچائیں، اس طرح تعلیم وتعلم، علم ومعرفت، دعوت واصلاح، عبادت وریاضت، مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے لبریز زندگی گزارتے ہوئے آپ نے 1206ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، احیاء وتجدید کا یہ کارنامہ صدیوں تک اپنے اثرات باقی رکھے گا، آپ کی اصلاحی تحریک کے اثرات پوری دنیا میں دیکھے گئے، بالخصوص آپ کی مشہور زمانہ کتاب ''کتاب التوحید'' کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، گویا کتاب التوحید ایک انقلابی داعی کا منہج دعوت اور تجدیدی فتوحات کی شاہ کلید ہے، لہٰذا ایک داعی کیلئے یہ کتاب غیر معمولی افادیت کی حامل ہے، کتاب وسنت کا کوئی بھی داعی اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے، یہ کتاب دعوت کے میدان میں آپ کی رہنمائی کرتی ہے۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہیکہ یہ توحید کا غیر معمولی جوش آپ کے اند پیدا کردیتی ہے، توحید کی قدر وقیمت کا اندازہ کراتی ہے، توحید جیسی نعمت بے بہا سے داعی کو روشناس کرتی ہے، اس کا ہر باب آپ کے عقیدۂ توحید کو جلا بخشتا ہے، اس کتاب کی غیر معمولی تاثیر آپ میں وہ دعوتی ترنگ پیدا کرتی ہے جو آپ کو شرک کے خلاف کھڑا کرتی ہے، آپ میں فساد کے بالمقابل اصلاح کا داعیہ بیدار کرتی ہے، آپ میں تخریب کے علی الرغم تعمیر کا عزم لاتی ہے، ضلالت کے خلاف آپ کے اندر جہاد کی روح پھونکتی ہے، یہی وہ بے کل روح تھی جس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو وقت کی گمراہیوں کے خلاف متحرک کیا تھا اور آپ نہ صرف عرب سے مشرکانہ رسوم ورواج کا خاتمہ کیا بلکہ اپنے نہج پر دعوت توحید کے اس مشن کو جاری رکھنے کیلئے "کتاب التوحید" کی شکل میں ایک جامع دعوتی نصاب بھی دیا، آپ کے بعد صحیح معنوں میں اس کتاب نے دعوت کے میدان میں غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں، اس لئے دعاۃ کو اس کتاب کے علمی شامیانے میں آنے کی ضرورت ہے۔

ایک داعی کیلئے اس معرکۃ الآراء کتاب کی معنویت اور افادیت کو سمجھنے کیلئے اس کے ابواب کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، اس کے 67 ابواب میں توحید کے انتہائی اہم مسائل وموضوعات کو بیان کیا گیا ہے، ان میں سے اہم ترین ابواب درج ذیل ہیں، غور کیجئے کہ داعی کیلئے دعوتی عمل میں ان مسائل کی معرفت کس قدر ضروری ہے۔

۱-توحید کا بیان۔

۲-توحید کی فضیلت اور اس کے ذریعہ گناہوں کی معافی کا بیان۔

۳-توحید کو اختیار کرنے والے کے بلا حساب جنت میں داخل ہونے کا بیان۔

۴-شرک سے خوف کا بیان۔

۵-کلمہ توحید کی دعوت وتبلیغ کا بیان۔

۶-کلمہ توحید کی تفسیر وتشریح کا بیان۔

۷-دکھ مصیبت کو دور کرنے کے لئے کڑا یا دھاگا کا پہننا شرکیہ اعمال میں سے ہے۔

۸-تعویذ اور گنڈا (پہننے) کا حکم۔

۹-درخت اور پتھر سے تبرک حاصل کرنے کا حکم۔

۱۰-غیر اللہ کے لئے (جانور) ذبح کرنے کا حکم۔

۱۱-جانور کو اس جگہ ذبح کرنے کی ممانعت کا حکم جہاں غیر اللہ کے لئے (جانور کو) ذبح کیا جاتا ہے۔

۱۲-اللہ کے علاوہ کی نذر ونیاز کرنا شرکیہ اعمال میں سے ہے۔

۱۳-غیر اللہ سے پناہ مانگنا شرکیہ اعمال میں سے ہے۔

۱۴-اللہ تعالی کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کرنے کا بیان جو

کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔

۱۵-فرشتوں کی توحید پرستی کا بیان۔

۱۶-شفاعت کا بیان۔

۱۷-ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

۱۸-بنی آدم کے کفر کا سبب بزرگوں کی شان میں غلو ہوا۔

۱۹-اس امر کی سنگینی اور خطرنا کی کا بیان کہ جب کسی بزرگ کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت نہیں کی جاسکتی تو بھلا اس قبر والے کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے۔

۲۰-اس امر کا بیان کہ بزرگوں کی قبروں سے متعلق غلو اس (قبر) کو بت بنا دیتا ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے۔

۲۱-آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید باری تعالی کی حفاظت کی اور ہر اس راستہ کو بند کیا جو شرک تک پہنچا سکتا ہے۔

۲۲-اس امت کے بعض افراد بھی بت پرست ہو سکتے ہیں۔

۲۳-جادو کے حکم کا بیان۔

۲۴-جادو کی بعض اقسام کا ذکر۔

۲۵-کہانت (علمِ غیب کے دعوے) کا حکم۔

۲۶-جادو کو (جادو یا جھاڑ پھونک کے ذریعہ) ختم کرنے کا بیان۔

۲۷-بدشگونی کا حکم۔

۲۸-علمِ نجوم کا حکم۔

۲۹-نچھتروں سے بارش کو طلب کرنے کا حکم۔

۳۰-محبت الٰہی میں اخلاص کا بیان۔

۳۱-خوف وخشیت صرف اللہ سے۔

۳۲-توکل کا حکم۔

۳۳-خوف ورجاء کا بیان۔

۳۴-اللہ کے فیصلوں پر صبر کرنے کا بیان۔

اس کتاب میں دلائل و براہین کا خزانہ ہے، ہر مسئلے پر نص سے استشہاد ہے، آیات واحادیث کا ایک بڑا حصہ زینت کتاب ہو گیا ہے، اہل حق علماء کے نزدیک دلائل کی بہت زیادہ اہمیت ہے، عوام الناس کے دلوں میں وہی بات گھر کرتی ہے جس کی پشت پر کتاب وسنت کے واضح دلائل ہوں، مسائل کی توضیح وتشریح میں دلائل کا بنیادی کردار ہوتا ہے، بحمداللہ طالب علم اور داعی کی اس ضرورت کا کتاب التوحید نے بھرپور سامان کیا گیا ہے، کتاب التوحید داعی کو دلائل سے لیس کرتی ہے، دعوت کی ترجیحات سے روشناس کرتی ہے۔

مستفاد مسائل کا کالم بھی دعاۃ کیلئے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اس حصے میں استدلال واستنباط کی باریکی اور ندرت پائی جاتی ہے، قاری علم وتحقیق کی نئی جہتوں سے آگاہ ہوتا ہے، ایک داعی کیلئے دلائل کا شعور، طریقۂ استنباط، دقیق النظری، معیار استدلال بہت اہمیت رکھتا ہے، اس کوچے میں بھی خام اذہان انحراف کی ڈگر پر چل پڑے ہیں، نصوص کے منطوق سے مفید مطلب کچھ اور ہی معنی اخذ کر بیٹھے ہیں، شیخ رحمہ اللہ کا اسلوب سلف کے منہج استدلال پر روشنی ڈالتا ہے، مسائلِ مستفادہ کی شق میں اس دشوار گذار راستے کے نشیب وفراز اور پیچ وخم سے آگہی ہوتی ہے اور اس اعتبار سے یہ خاصے کی چیز ہے، مسائل میں دقت نظری اور تامل سے غیر معمولی رموز اور افادات سامنے آتے ہیں جسے محسوس کر کے دل عش عش کر اٹھتا ہے، ان تمام پہلوؤں کے پیش نظر کتاب التوحید ایک داعی کی علمی، منہجی اور دینی ضرورت ہے، ایک داعی کو اس کتاب کے فیض سے بھرپور اکتساب کرنا چاہیے تا کہ شرک وبدعت سے بھری پڑی اس دنیا میں توحید کے ایک اور صالح انقلاب کیلئے زمین ہموار ہو سکے، اللہ تعالیٰ امت کو توحید کی شاہراہ مستقیم پر گامزن کرے۔ آمین

۞ ۞ ۞

تلاوت قرآن میں لحن (غلطی) اور اس کا حکم

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: لحن کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: لحن کا لغوی معنی ہے **الخطا والانحراف والميل عن الصواب** یعنی غلطی کرنا، تبدیلی کرنا اور درست طریقے سے ہٹ جانا اور یہاں اس سے ہماری مراد ہے **الخطأفي قراءة القرآن و تلاوته** یعنی قرآن کی تلاوت میں صحیح طریقے سے ہٹ جانا اور پڑھنے میں غلطی کرنا۔

اسی لیے علمائے تفسیر اور قراءت نے لحن کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) لحن جلی، (۲) لحن خفی۔

لحن جلی: یعنی واضح اور بڑی غلطی اور اس سے مراد ہے کہ قرآن کے پڑھنے اور تلاوت کرنے میں ایسی غلطی کرنا جو تلاوت میں گڑبڑی کے ساتھ معنی مراد میں تبدیلی کا سبب بن جائے جیسے کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا یا حرف کا اضافہ کرنا یا کوئی حرف کم پڑھنا اور چھوڑ دینا یا کسی کلمے کو دوسرے سے بدل دینا یا آیت میں کسی لفظ کا اضافہ کر دینا یا کوئی لفظ چھوڑ دینا یا فتحہ کو ضمہ یا ضمہ کو فتحہ و کسرہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ چنانچہ اگر اس طرح کی غلطی سے معنی بدل جاتا ہے تو ایسا پڑھنا حرام اور اگر نماز میں پڑھا جاتا ہے تو نماز باطل ہے۔

لحن خفی: پوشیدہ اور چھپی ہوئی غلطی اور اس سے مراد ہے قرآن کی تلاوت اور پڑھنے میں ایسی غلطی جس سے تلاوت میں تو خلل محسوس ہو لیکن معنی مراد نہ بدلے جیسے ادغام، اظہار اور قواعد تجوید و مخارج حروف میں کمی اور نقص کا پیدا ہونا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا بھی درست نہیں کیونکہ قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اگر ایسی غلطی کسی سے تلاوت یا نماز میں سرزد ہو جاتی ہے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ یہاں معنی اور مفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے المیزان الوفی فی اللحن الجلی والخفی للدرینی اور اس کے علاوہ علوم قرآن کی دیگر کتابیں)

سوال: اگر کوئی امام تلاوتِ قرآن، خاص طور پر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنے میں غلطی اور لحن کرے تو کیا نماز صحیح ہو جائے گی؟ **أفيدونا مأجورين.**

جواب: اگر کوئی امام یا مقتدی حالتِ نماز میں قرآن پڑھنے، خاص طور پر سورہ فاتحہ وغیرہ میں غلطی کرے جس سے آیت کا معنی و مفہوم بدل جائے تو ایسی صورت میں نماز باطل ہوگی کیونکہ سورۃ الفاتحہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور یہ ہم سب پر واجب اور ضروری ہے کہ ہم اپنی قراءت صحیح کریں، اور صحیح طریقہ سے سورۃ الفاتحہ اور قرآن پڑھنا سیکھیں، کیونکہ قرآن کو تجوید و ترتیل سے پڑھنا ضروری ہے۔

جیسا کہ فرمان باری ہے: ﴿وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا﴾ [مزمل: ۴] بنا بریں قرآن میں لحن کرنا خاص طور پر لحن جلی کرنا یہ

باعث گناہ ہے اور موجبِ بطلان صلاۃ ہے۔

اس بابت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قراءت میں لحن یعنی غلطیاں کرنے والے کا امامت کرانا مکروہ ہے، پھر دیکھا جائیگا کہ: اگر اس کی غلطی معنی میں تبدیلی کا باعث نہیں بنتی مثلاً الحمد للہ میں ہاء پر پیش پڑھنا تو اس کی اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے۔ لیکن اگر معنی میں تبدیلی کا باعث بنتی ہو مثلاً ''أَنْعَمْتَ'' میں تاء پر پیش پڑھنا یا پھر اس پر زیر پڑھنا تو اس کی نماز باطل ہو جائیگی، اور مثلاً اس کا قول: الصراط المستقین؛ تو اگر اس کی زبان اس کے اختیار میں ہے اور لکنت نہ پائی جائے اور اس کے لیے اس کو سیکھنا ممکن ہو تو اس کی تعلیم لازم ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکتا ہو اور وقت تنگ ہو تو نماز ادا کر لے اور پھر قضاء کرے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

اور اگر زبان میں لکنت ہو یعنی زبان اس کی فرمانبردار نہ ہو یا پھر وہ نہ گزرا ہو جس میں اس کو سیکھنا ممکن ہو اگر یہ غلطی سورۃ فاتحہ میں ہو تو اس کے پیچھے اس جیسے شخص کی نماز صحیح ہو گی، اور صحیح زبان والے شخص کی اس کے پیچھے اور پڑھے ہوئے شخص کی ان پڑھ شخص کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہو گی، اور اگر فاتحہ کے علاوہ میں غلطی ہو تو اس کی اپنی اور اس کے پیچھے والے کی بھی نماز صحیح ہو گی''۔ انتہی۔ (دیکھیں: روضۃ الطالبین: 1/350)

اور مشہور حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اور اگر غیر پڑھا لکھا کسی غیر پڑھے لکھے اور پڑھے ہوئے دونوں کی امامت کرائے، پڑھا لکھا اکیلا نماز دہرائے گا، امی یعنی ان پڑھ وہ ہے جسے سورۃ فاتحہ اچھی طرح پڑھنی نہ آتی ہو یا اس کا کچھ حصہ نہ پڑھ سکتا ہے، یا پھر اس کا کوئی حرف نہ پڑھ سکتا ہو۔

اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا اچھا پڑھ سکتا ہو تو اچھا پڑھنے والے کی امامت کرانا جائز نہیں، اور اپنے جیسے کی امامت کرانا صحیح ہے۔

پھر کہتے ہیں:

''اور جس نے عاجز ہونے کی بنا پر سورۃ فاتحہ کا کوئی حرف چھوڑ دیا یا اسے کسی اور حرف میں تبدیل کر دیا جیسا کہ تتلانے والا شخص راء کو غین بنا دیتا ہے، یا پھر ہکلانے والا جو ایک حرف کو دوسرے میں مدغم کر دیتا ہے، یا کوئی ایسی غلطی کرے جس سے معنی ہی بدل جائے مثلاً کوئی شخص ''إِيَّاكَ'' کی کاف پر زیر پڑھے یا ''أَنْعَمْتَ'' کی تاء پر پیش پڑھے اور اس کی اصلاح اور صحیح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ امی یعنی ان پڑھ کی طرح ہی ہے اس کے لیے قاری یعنی پڑھے ہوئے کی امامت کرانا صحیح نہیں۔

ان میں سے ہر ایک کے لیے اپنے جیسے شخص کی امامت کرانا جائز ہے کیونکہ وہ دونوں ان پڑھ ہیں، اس لیے دونوں کے لیے ایک دوسرے کی امامت کرانی جائز ہوئی، بالکل ان دو اشخاص کی طرح جو کچھ بھی صحیح نہ پڑھ سکتے ہوں۔

اور اگر وہ اس میں سے کچھ کو صحیح کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور وہ اس کی اصلاح نہ کرے یعنی صحیح نہ پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں، اور نہ ہی اس کی اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہو گی''۔

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے:

" بہت زیادہ غلط پڑھنے والے شخص کے لیے امامت کرانا مکروہ ہے جو معنی تبدیل نہ کرتا ہو، امام احمد نے یہی بیان کیا ہے اور جو غلطی نہیں کرتا اس کی نماز صحیح ہو گی، کیونکہ اس نے قراءت کا فرض ادا کر دیا ہے۔

اور اگر سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی اور آیت میں معنی تبدیل کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہونے کو نہ تو ممنوع کیا جائیگا اور نہ ہی اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو لیکن اگر وہ تعمداا اور جان بوجھ کر ایسا کرے تو دونوں کی نماز باطل ہوجائیگی....

لیکن اگر اس کی غلطی کی بنا پر آیات کا معنی تبدیل نہیں ہوتا تو اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے، لیکن اس کے لیے قراءت سیکھنا واجب ہے۔

اور اگر اس کی غلطی سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی اور آیت میں ہو اس کی نماز میں نقص تو ہوگا لیکن باطل نہیں ہوگی اور کسی متقن قارئ کے پیچھے نماز ادا کرنا غلط قراءت والے شخص کے پیچھے نماز ادا کرنے سے بلاشک زیادہ اولیٰ ہے، اور ذمہ داران کے لیے اس طرح کے جاہل لوگوں کو نماز کی امامت کے لیے مقرر کرنا جائز نہیں، اگر ایسا کرینگے تو وہ بھی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہونگے''۔ (دیکھیں: المغنی:3/ 29-32، طبع ہجر)

سعودی دائمی فتوی کمیٹی کا فتویٰ درج ذیل ہے:

''لیکن اگر وہ غلط پڑھتا ہو اور اس کی غلطی سے معنی تبدیل نہ ہو تو میسر ہونے کی صورت میں صحیح قراءت کرنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

لیکن اگر اس کی غلطی سورۃ فاتحہ میں ہو اور معنی تبدیل کر دے تو اس کے پیچھے نماز ادا کرنا باطل ہے، کیونکہ یہ اس کے غلط پڑھنے کی بنا پر ہے مثلا جو شخص ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ ''میں کاف پر زیر پڑھے یا پھر''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ '' کے تاء پر پیش یا زیر پڑھ لے۔

اور اگر اس کا حفظ کمزور ہونے کی بنا پر غلطی ہو تو اس کے علاوہ دوسرا شخص جو زیادہ حافظ ہے اس کو امام بنانا اولیٰ اور بہتر ہے''۔

(دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء:2/ 527)

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا:

ایک امام قرآن مجید کی تلاوت میں غلطیاں کرتا ہے بعض اوقات قرآنی آیات میں حروف زیادہ کر دیتا ہے یا کم پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز ادا کرنے کا حکم کیا ہے؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

اگر اس کی غلطی آیات کے معانی کو تبدیل نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں مثلا الحمد للہ رب العالمین میں رب کی باء پر زبر یا پیش پڑھے، اور اسی طرح الرحمن کے نون پر زبر یا پیش۔

لیکن اگر اس کی غلطی سے معانی تبدیل ہو جاتے ہوں اور اسے سکھانے اور اس کی غلطی بتانے کے باوجود وہ اسے صحیح نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز ادا نہ کی جائے، مثلاً ''اياك نعبد'' میں کاف پر زیر پڑھ دے، یا ''انعمت'' کی تاء پر پیش یا زیر پڑھ دے، اگر وہ سکھانے سے سیکھ جائے اور لقمہ دینے سے غلطی کی اصلاح کر لے تو اس کی نماز اور قراءت صحیح ہے۔

ہر حال میں مسلمان کے لیے مشروع ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر ہر وقت تعلیم دے، اور جب وہ غلطی کرے تو اسے غلطی کا لقمہ دے، اور جب وہ جاہل ہو تو اسے تعلیم دے اور جب قرآن بھول جائے تو وہ اس کی تصحیح کرے''۔ (مجموع فتاوی ابن باز:12/ 98-99)۔

سوال: علم تجوید سیکھنے کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ تجوید سے قرآن نہیں پڑھتے ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے علماء قراءت نے تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اور اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیا ہے جو لحن جلی یعنی قراءت قرآن میں ایسی واضح غلطیاں کرتا ہے جس سے الفاظ ومخارج کے ساتھ معانی بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔ گذشتہ جوابات میں اس کی تفصیل گزرچکی ہے۔ آیئے یہاں تجوید کے سلسلے میں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کا ایک تفصیلی فتویٰ نقل کرتے ہیں تاکہ صورت مسئولہ میں جو بات ذکر ہے وہ بالکل واضح ہوجائے۔ شیخ الحدیث رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

واضح ہو کہ لغت میں ''تجوید'' کے معنی: تحسین اور قراء کی اصطلاح میں: تجوید تمام حروف کو ان کے مخارج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنے کو کہتے ہیں (فوائد مکیہ قاری عبدالرحمن مکی)

''التجويد: هو لغة: التحسين، واصطلاحا إعطاء الحروف ما تستحقه من الصفات''. (مفتاح التجويد لعبد الله بن ابراهيم المكى)-

وهو إعطاء الحروف حقها
من صفة لها و مستحقها
وردكل واحد لأصله
واللفظ فى نظيره كمثله
مكملا من غير ماتكلف
باللفظ فى النطق بلا تعسف

(متن الجزریہ للشیخ ابن الجزری الشافعی)

علم القراءت میں تجوید کے تین مرتبے ہیں: ١- الترتيل: وهو التأنى بالقراءة ٢- الحدر: وهو الإسراع بهاء ٣- التدوير: وهو مرتبة بينهما، علماء قراءت قواعد تجوید کے مطابق قرآن پڑھنے کو نہایت ضروری قرار دیتے ہیں۔ تجوید سے نہ پڑھنے والے کو گنہگار کہتے ہیں: ''العمل به فرض على كل مكلف قارى''.(مفتاح التجويد)

والأخذ بالتجويد حتم لازم
من لم يجود القرآن آثم
لأنه به الاله أنزل
وهكذا منه إلينا وصل
وهو أيضا حلية التلاوة
وزينة الأداء والقرءة

(متن الجزریہ ملا علی قاری ص:١٧-١٨، شیخ الاسلام زکریا انصاری ص:٦٣)

اور علماء حنفیہ اپنے فتووں میں لکھتے ہیں کہ: علم تجوید بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ فرض عین ہے۔

''ترتیل'' کے معنی لغت میں: تنضید وتنسیق یعنی: ترتیب وتنظیم کے ہیں: ''أصل الترتيل التنضيد والتنسيق وحسن النظام، يقال ثغررتل، أى حسن التنضيد كنور الأقحوان، وقيل مستوى لبنيان، وقيل مفلج الأسنان ويقال رتل الشئ، تناسق وانتظم انتظاماً حسناً'' مفسرین نے (رتل القرآن ترتيلا) کی قریب قریب ایک ہی تفسیر کی ہے۔

قال بعضهم: ''بين حروفه وتأنَّ فى أدائها، وقيل إقراءه على مهل مع تدبر، وقيل: إقراءه

على تؤدة بتبيين الحروف وحفظ الوقف وإشباع الحركات، بحيث يتمكن السامع من عدّها، قال الزجاج: ترتيل القرآن وهو أن يبين جميع الحروف ويوفى حقها من الإشباع" اور تفسير ابن جرير (۱۲۶/۱۴) میں ہے: **"قال مجاهد: ترسل فيه ترسلا"** ان تمام معنوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کو مد اور وقوف وحرکات کی پوری رعایت کرتے ہوئے، اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے کہ تمام حروف اپنے مخارج سے ادا ہوکر ایک دوسرے سے ممتاز ہوجائیں۔ یہاں تک کہ سننے والا اگر حروف کو شمار کرنا چاہے تو شمار کرسکے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی قراءت ایسی ہی ہوتی تھی۔

۱- **"عن قتادة قال: سئل أنس كيف كانت قرأة رسول الله ﷺ فقال: كانت مداً، ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم، يمد بسم الله، ويمد الرحمن، ويمد الرحيم أخرجه البخارى".** (ترمذى ج۲ص ۱۲۰، أبواب القراء ات عن رسول الله ﷺ)

۲- **وعن أم سلمة وقد سألها يعلى بن ملك عن قرأة رسول الله ﷺ فى صلاته، فقالت: مالكم وصلاته، ثم نعتت قراءته، فإذا هى تنعت قراءة مفسرة حرفا حرفا. (أخرجه النسائى)**

۳- **وروى الترمذى عنها "قالت: كان رسول الله ﷺ يقطع قراءته يقول، الحمدلله رب العالمين، ثم يقف، الرحمن الرحيم ثم يقف، وكان يقول مالك يوم الدين ثم يقف، وقالت عائشة رضى الله عنها: كان يقرأ السورة فيرتلها حتى تكون أطول منها".** (ترمذى ج ۲ ص ۱۲۰، أبواب القراءات عن رسول الله ﷺ)

"ترتیل" اور "تجوید" دونوں ایک چیز ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

حضرات قراء نے دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور وہ آیت مذکورہ بالا سے "تجوید" کی فرضیت پر استدلال کرتے ہیں۔ میرے نزدیک دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ ترتیل میں تأنى، تمهل، تثبت، ترسل یعنی: ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا مطلوب وملحوظ ہے، اور تجوید میں اسراع بھی جائز ہے بشرطیکہ حروف، حرکات وسکنات اور صفات حروف میں خلل نہ واقع ہو، پس "تجوید اصطلاحی" عام ہے اور "ترتیل" خاص۔

ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیل ضروری اور لازم ہے: **"وتأكيد الفعل بالمصدر، يدل على المبالغة وإيجاب الأمر على وجه لا يلتبس فيه بعض الحروف ببعض، ولا ينقص من النطق بالحرف من مخرجه المعلوم، مع إستيفاء حركته المعتبرة، وإنه لا بد منه للقارى"** (فتح البيان: ۹۱/۱۰) **وكذا فى النيسابورى و تفسير الفخر الرازى، قال الحافظ فى "الفتح" ۸۰۲/۹: و "دليل جواز الإسراع ما تقدم فى أحاديث الأنبياء، من حديث أبى هريرة رفعه: خفف على**

دواد القرآن، فكان يأمر بدوابه فتسرج، فيفرغ من القرآن قبل أن تسرج" انتهى.

عند الحنيفه قدر مايجوز بها الصلوٰة ''تجوید'' کا جاننا فرض ہے اگر قد رما یجوز به الصلوة بغیر تجوید کے پڑھے گا تو گنہگار ہونے کے علاوہ، نماز میں فساد پیدا ہوجائے گا۔

میرے نزدیک قرآن پڑھنے میں حروف کو ان کے مخارج سے، ان کی صفات کے ساتھ ادا کرنا، اور مد، وقوف وحرکات وسکنات کی پوری رعایت کرنا ضروری ہے، پس اگر کوئی عالم جس نے باقاعدہ علم قراءت اور فن تجوید نہیں حاصل کیا ہے، لیکن قرآن پڑھنے میں صحیح طریقے پر حروف کو مخارج سے مع ان کی صفات کے ادا کرتا ہے، اور مد و وقوف وغیرہ کی رعایت کرتا ہے تو اس کی نماز میں خلل نہیں واقع ہوگا۔ قرآن کو صحیح پڑھنے کی فرضیت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ صحیح پڑھنے کے لئے کم ازکم معمولی طور پر مخارج اور صفات حروف اور مد اور وقوف کا علم ضروری ہے۔ پس ہر مسلمان مرد وعورت پر اس کی رعایت ضروری اور لازم ہے۔ ہاں باوجود کوشش کے کامیابی نہ ہوسکے تو وہ عنداللہ معذور ہوگا۔

"عن جابر قال: خرج علينا رسول الله ﷺ و نحن نقرأ القرآن و فينا العربي والعجمي، فقال: اقرؤاو كل حسن، ويجي أقوام يقيمونه كما يقال القدح، يتعجلونه ولا يتأجلونه۔(أبوداود)

واضح ہو کہ خوش آوازی سے قرآن پڑھنا بالاتفاق امر زائد مستحسن اور مستحب ہے، اور تجوید وترسیل اور حسن صوت میں تلازم نہیں ہے۔ محض خوش آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے کو تجوید سمجھ لینا غلط ہے۔ جو لوگ نماز میں قرآن صحیح طریقہ پر نہیں ادا کرتے، ان کی نماز کراہیت سے خالی نہیں۔ (فتاوی شیخ الحدیث:۱/۴۱۰)

اس بابت عالم اسلام کے معروف فقیہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ:

تجوید کی رعایت کئے بغیر قرآن کی تلاوت جائز ہے بشرطیکہ اس میں لحن نہ کرے، اور اگر لحن کرتا ہے تو اسے درست کرنا ضروری ہے، رہی بات تجوید سے پڑھنے کی تو یہ واجب نہیں ہے کیونکہ تجوید کا مقصد صرف لفظ کو اچھے سے پڑھنا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ قرآن کو اچھا پڑھنا یہ مطلوب ہے اور باعثِ ثواب ہے لیکن یہ کہنا کہ جو تجوید کے ساتھ قرآن نہیں پڑھتا وہ گنہگار رہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ دلیل اس کے برعکس ہے کیونکہ قرآن مجید کا نزول سات حروف پر ہوا ہے چنانچہ ہر آدمی اپنی لغت اور لہجہ میں قرآن پڑھتا تھا مگر بعد میں جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا ...اور آگے لکھتے ہیں: ''**والخلاصة أن القراءة بالتجويد ليست واجبة وإنّما الواجب إقامة الحركات والنطق بالحروف على ماهي عليه فلايبدل الراء لاما مثلا، و لا الذال زايا وما أشيه ذلک وهذا هو الممنوع**'' اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تجوید سے قرآن پڑھنا واجب نہیں، واجب صرف یہ ہے کہ حرکات اور نطق کو ایسے ادا کیا جائے جیسے ادا کرنا چاہئے چنانچہ راء کو لام پڑھنا یا ذال کو زاء پڑھنا یا اس طرح کی غلطی کرنا ممنوع ہے۔ (فتاویٰ نور علی الدرب شریط:۳۳۴۱)

اہم رپورٹ

مکہ کانفرنس منعقدہ ۱۳-۱۴/اگست ۲۰۲۳ء کا اختتامی بیان وقرارداد

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ بھی شریک کانفرنس تھے۔

کانفرنس اسلامی امور کے تئیں دینی امور کے شعبوں کے درمیان مزید باہمی روابط، باہمی تکمیل وتعاون اور گہری حصہ داری کی دعوت دیتی ہے اور دعوتی اسلوب گفتگو اور تعلیمی نصاب میں وسطیت اور اعتدال کے منہج کو مضبوط کرنے کی بابت دنیا میں موجود دینی شعبوں کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر زور دیتی ہے۔

خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ کی سرپرستی میں آج بروز پیر" دنیا میں موجود دینی امور، افتاء ودعوتی شعبوں اور اس قسم کے دیگر اداروں کے درمیان باہمی روابط اور تال میل" کے عنوان سے منعقد کانفرنس کی سرگرمیاں اختتام پذیر ہوئیں، جو مکہ مکرمہ میں "تواصل وتکامل" کے شعار تلے ۲۶-۲۷/محرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۳-۱۴/اگست ۲۰۲۳ء کو وزارت برائے اسلامی امور ودعوت وارشاد کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی، اس کانفرنس میں دنیا بھر کے پچاسی ممالک کے ڈیڑھ سو علماء ومفتیان شریک ہوئے اور انہوں نے سات مجلسوں میں اپنی علمی مقالات پیش کئے۔ یاد رہے کہ اس پروقار مناسبت پر وطن عزیز کے دیگر اہل علم وذمے داران کے ساتھ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ بھی شریک کانفرنس تھے اور اپنے مختصر قیمتی تاثرات پیش کئے۔

کانفرنس میں حسب ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

① خادم حرمین شریفین اور ان کے ولی عہد کی خدمت میں ہدیہ تشکر وامتنان اور عظیم الشان خدمات کے حسن اعتراف کا پیغام اس بات پر کہ شاہ موصوف (اللہ آپ کی تائید ونصرت فرمائے) نے اپنی زیر سرپرستی ونگرانی اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد کی منظوری عطا فرمائی۔

② کانفرنس میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت نیز دنیا میں موجود دینی امور، افتاء اور دعوتی شعبوں کے درمیان باہمی روابط اور تال میل قائم کرنے اور ان کے درمیان باہمی تعاون کو حتمی بنانے کی خاطر ٹھوس اقدامات کرنے پر مملکت سعودی عرب کی سربراہی کی جانب سے جو کچھ عظیم کارنامے انجام دیئے گئے ہیں اور دیئے جارہے ہیں ان کی اہمیت وعظمت کو اجاگر کیا گیا۔

③ کانفرنس اسلام اور مسلمانوں کی خدمت، اسلامی وحدت کی پائیداری، فرقہ بندی اور اختلاف کے خاتمہ اور مختلف ممالک کے درمیان باہمی رواداری ونرمی اور بقاء باہم کی قدروں کو مستحکم کرنے کی بابت دنیا میں موجود دینی امور، افتاء اور دعوتی شعبوں کی جانب پیش کردہ کوششوں کی سراہنا کرتی ہے۔

④ کانفرنس اسلامی امور کی بابت دنیا میں موجود دینی امور، افتاء اور دعوتی شعبوں کے درمیان مزید باہمی روابط، تکامل اور گہری حصہ داری کی دعوت دیتی ہے جس سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کی حقیقی فضا قائم ہوسکے۔

⑤ کانفرنس اس بات پر زور دیتی ہے کہ اسلامی اتحاد و یگانگت کی عمارت کی پہلی اینٹ وہ ''توحید'' ہے جس کی تمام رسولوں نے اپنی قوموں کو دعوت دی ہے۔

⑥ کانفرنس اس بات پر زور دیتی ہے کہ کتاب وسنت پر مضبوطی سے کاربند رہنا دین کی اصل و بنیاد ہے اور انہی دونوں میں انحراف و گمرہی سے حفاظت ونجات ہے۔ نیز فتنوں سے نجات کے لئے صحیح فہم کے مطابق ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہنا ضروری ہے۔

⑦ فتویٰ کا خصوصی اہتمام اور اُسے نصوص شریعت کے مطابق منظم و مستحکم کرنا ناگزیر ہے، جس سے مصالح پیدا ہوں اور مفاسد ٹلیں، نیز فتویٰ اس کے اہل لوگوں سے حاصل کرنا اور شاذ فتاؤوں سے بچنا ضروری ہے۔

⑧ کانفرنس میں اس پہلو پر بھی زور دیا گیا کہ دنیا میں موجود دینی امور، افتاء اور دعوتی شعبوں کی ذمہ داری ہے کہ دعوتی اسلوب اور تعلیمی نصاب میں اعتدال ووسطیت کا منہج مضبوط کریں، اسی طرح ائمہ مساجد اور خطباء کی ٹریننگ اور انہیں اس کا اہل بنا کر بھی، نیز اس سلسلہ میں مسلسل پروگرام ترتیب دیں اور غلو، دہشت گردی اور زوال و بگاڑ کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

⑨ کانفرنس میں یہ بات بھی زیر بحث آئی کہ خاندان کی دیکھ بھال کرنا، نسل نو کو فتنوں سے بچانا اور ایسے اصول واقدار فروغ دینا ضروری ہے، جس سے مسلم معاشروں کو الحاد وزوال کی لہروں سے تحفظ کی ضمانت حاصل ہوسکے۔ اس کے لئے ایسے پروگرام بنانے ہوں گے جو ان فتنوں سے بچاؤ اور صحیح علاج پر مرکوز ہوں۔

⑩ اسلام کے رخ زیبا کو داغدار کرنے والی کوششوں کا مقابلہ کرنا اور اس کی حقیقی رواداری، رحمت اور عدل واضح کرنا نیز اسلام میں ظلم وزیادتی کو حرام قرار دینے کی وضاحت کرنا واجب ہے۔ اسی طرح انتہاء پسند طبقوں کے منحرف مناہج وافکار کو بے نقاب کرنا، نیز یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ انھوں نے اسلام پر کس قدر زیادتی کی ہے اور اسلامی معاشروں میں فتنوں اور فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے، لاقانونیت پھیلانے نیز اسلامی معاشروں سے امن وسلامتی غارت کرنے میں ان فرقوں کے کیا اثرات ہیں۔

⑪ کانفرنس قرآن کریم کے نسخوں کو نذر آتش کرنے کی بابت گھناؤنے کاموں اور بار بار کرنے کی حد درجہ مذمت کرتی ہے، ساتھ ہی اس بات پر زور دیتی ہے کہ ان جیسے گھناؤنے کام نفرت، قطع تعلق اور قومیت وعنصریت پر ابھارتے ہیں اور مشترکہ انسانی اصولوں سے ٹکراتے ہیں۔

⑫ کانفرنس دنیا میں موجود دینی امور، افتاء اور دعوتی شعبوں کے درمیان باہمی روابط اور تال میل قائم کرنے اور وسطیت واعتدال کے اصولوں کو عام کرنے کی بابت مملکت سعودی عرب کی وازرت برائے اسلامی امور ودعوت وارشاد کی کوششوں کی سراہنا کرتی ہے۔

⑬ شرکاء کانفرنس اس کے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اور مشترک اسلامی کام میں کوششوں کو مربوط اور ہم آہنگ کرنے کی ضرورت کے باعث اسے گاہے بگاہے منعقد کرتے رہنے کی خواہش کرتے ہیں۔ ۞ ۞ ۞

دوروزہ مسابقہ کے بیتے احوال

رشید سمیع سلفی

جذبۂ عمل وہ قوت محرکہ ہے جو آپ کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتا ہے، جو آپ کو کبھی اس خبط میں مبتلا نہیں ہونے دیتا ہے کہ آپ فرض سے عہدہ برآ ہو گئے یا آپ نے میدان سر کر لیا، بلکہ آپ کو ہمیشہ اس دھن میں مبتلا رکھتا ہے کہ حق تو یہ ہیکہ حق ادا نہ ہوا، صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کا دینی ودعوتی سفر اسی حقیقت کے مصداق ہے، پورے سال جمعیت دین ودعوت کے کاز کو الگ الگ شکل اور ڈھب سے انجام دیتی رہتی ہے، مدارس کے طلبہ کے درمیان "قرآن کمپٹیشن" (تعلیمی انعامی مقابلہ) صوبائی جمعیت کا ایک انوکھا اور دوررس اقدام تھا، اس کے علاوہ شعبۂ عالمیت کے طلبہ کیلئے حفظ متن وترجمہ "کتاب التوحید" کا مقابلہ بھی ایک دانشمندانہ فیصلہ تھا، کتاب التوحید پر مقابلہ طلبہ میں عقیدہ و منہج کے شعور کو پختہ بنانے اور انھیں شرعی نصوص سے لیس کرنے کے مقصد کو پورا کرتا ہے، یقینا یہ ایک بہت بڑا عقدی وعلمی تقاضہ ہے جس کی طرف زمانۂ طالبعلمی میں پیش رفت طلبہ میں مستقبل کے داعیانہ کردار کے فروغ کیلئے تھا، دلائل اور نصوص ہی تو سلفی دعوت کا ہتھیار ہیں، دلائل کی زمین ہی پر تو حق وباطل کا علمی معرکہ لڑا جاتا ہے، کتاب التوحید دلائلِ وحی کا خزینہ ہے، جمعیت کے بیدار مغز ذمے داران نے اس ضرورت کو سمجھا اور عملی اقدام کیا، دراصل قرآن پر مسابقہ رجوع الی القرآن کا حصہ ہے، اس سے عوام الناس میں تعلق بالقرآن کی جوت جاگے گی، لوگوں کے نزدیک حفظ وتجوید کی اہمیت آشکارا ہوگی، مدارس کا شعبۂ تحفیظ متحرک ہوگا، کوتاہیوں کا ازالہ اور کارکردگی کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش ہوگی، چند سادہ لوحوں کو اگر یہ پیش رفت لایعنی اور غیر ضروری لگتی ہے تو اس سے حقیقت اور ترجیح نہیں بدل سکتی ہے، جمعیت کے ذمے داران ضمیر کی آواز پر کام کرتے ہیں، وہ شور اور افواہوں سے نہیں گھبراتے ہیں، مخالفت کی ہوائیں چلتی رہیں گی اور منہج سلف کے جیالے دعوت کے انبیائی مشن کو لے کر آگے بڑھتے رہتے ہیں، 19/اگست بروز سنیچر مسابقے کی تاریخ آچکی تھی، رات ہی سے مختلف مدارس کے قافلے کرلا کا پڑیانگر مسجد میں پہونچنا شروع ہو گئے تھے، امیر محترم اور ان کے رفقاء کار انتظامی امور کا جائزہ لے کر دیر رات کرلا سے نکلے اور صبح سویرے پھر پہونچ گئے، صوبائی جمعیت کے کئی افراد کو مسجد میں رات گذارنی پڑی، طالبان علوم نبوت کی آمد نے رحمت وبرکت کا ایک نورانی ہالہ پورے منظرنامے پر تان دیا تھا، ماحول میں بہار تازہ کی کشش اور مشک وعنبر کی مہک رچی ہوئی تھی۔

آپ آئے تو بہاروں نے لٹائی خوشبو
پھول تو پھول تھے کانٹوں سے بھی آئی خوشبو

نونہالان قوم کی دید سے مسجد کے در و دیوار سیراب ہو رہے تھے، مسجد کا وسیع صحن علمی ستاروں کی ایک کہکشاں میں تبدیل ہو رہا تھا، اس مسجد کو دیکھ کر سلف کی بھولی بسری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، مسجد اور مسجد کے ذمے داروں کو کئی دورۂ تدریبیہ کے انتظام وانصرام کا شرف بھی حاصل ہے، واقعی کاپڑیانگر کی جامع مسجد صرف جمعہ وجماعت تک محدود نہیں ہے بلکہ دینی، دعوتی وتعلیمی مقاصد کو بھی

مدنظر رکھتی ہے اور اس کے تقاضوں کو حتی الامکان پورا بھی کرتی ہے، مسجد کے ٹرسٹی بدر عالم شیخ عرف بابو بھائی صاحب اور ان کے دیگر اراکین قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کا تعاون پیش کیا ہے، اللہ آپ سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے آمین، چھوٹے چھوٹے حفاظ بچوں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو رہا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے انھیں ناشتہ کرا رہے تھے۔ اور سعادت سے ہر ایک اللہ والے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ وہ اپنی اپنی زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ یہی بچے تو جماعت کا سرمایہ ہیں، یہی تو مستقبل کی امید ہیں، یہی تو ہماری دولت ہیں۔

ناشتے کے فوراً بعد مسابقہ شروع کر دیا گیا تھا، امیر محترم کے مختصر افتتاحی کلمات نے گردوپیش کی حسیات کو اپنی جانب مرکوز کرلیا، مسابقہ کی اہمیت، وجہ ترجیح، غرض وغایت اور نیک خواہشات کے ساتھ دعاؤں کے سائبان میں کارروائی آگے بڑھی، دونشستوں میں ماہر اور منصف حکم صاحبان کی نگرانی میں مسابقہ جانچنے اور پرکھنے کی سخت کسوٹیوں سے گذر رہا تھا، ہر طالب سے تین حکم باری باری سوالات کررہے تھے، مسابقہ بند کمرے میں نہیں بلکہ مجلس میں جاری تھا، پوری کارکردگی سامنے تھی، لائیو دکھایا جارہا تھا، کسی بھی قسم کی دھاندلی کی دور دور تک گنجائش نہیں تھی، طلبہ کی تصاویر پہلے سے حاصل کرلی گئی تھیں، سیریئل نمبر دیا گیا تھا، ترتیب قرعہ اندازی پر مبنی تھی، کوئی کسی کی جگہ پر امتحان بھی نہیں دے سکتا تھا، ساری پیش بندیاں پہلے سے کی ہوئی تھیں، حفظ قرآن مجید کے مسابقے میں حکم کے فرائض انجام دینے کے لیے قاری عبدالرحمٰن ثابت (جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی سے)، قاری عبدالرحیم صاحب (جامعہ سلفیہ بنارس سے)، قاری ابوبکر امین عمری (مدیر مدرسہ بلال لتحفیظ القرآن الکریم، چنئی۔تملناڈ سے) تشریف لائے تھے۔

کتاب التوحید کے مسابقے میں حکم کی ذمہ داری شیخ عبدالجبار سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی) دکتور فاروق عبداللہ نارائن پوری مدنی (استاذ جامعہ اسلامیہ، نور باغ کوسہ ممبرا) شیخ ریاض احمد سلفی (استاذ جامعۃ التوحید بھیونڈی) انجام دے رہے تھے، نیز قاری حفظ الرحمان صاحب (استاذ جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں) اور قاری عبدالاحد فیضی (استاذ مرکز الامام البخاری تلولی) اور قاری توحید روگے (استاذ جامعہ محمدیہ مہسلہ کوکن) مسابقۂ ناظرہ کے حکم تھے، مہمانان خصوصی کے طور پر شہر کے معروف ومقتدر علماء کرام اور مدارس کے ذمے داران کو دعوت دی گئی تھی، کثیر تعداد میں مہمانان صوبائی جمعیت کی دعوت پر تشریف لائے ہوئے تھے، علمی ملاقات، افادہ اور استفادہ اور تبادلۂ خیال کا ایک زریں سلسلہ بھی اس مسابقے سے منسوب ہے، شیخ محمد امین ریاضی، قاری نجم الحسن فیضی، شیخ الطاف حسین فیضی، عبدالحمید خان، مولانا جمیل احمد سلفی، مولانا منظر احسن سلفی، مولانا جلال الدین فیضی، شیخ ضمیر احمد مدنی، شیخ کفایت اللہ سنابلی، شیخ اجمل منظور مدنی، شیخ عبدالشکور مدنی، شیخ ظہیر سنابلی، شیخ اسلم سنابلی، مولانا مطیع الحق خان صاحب، شیخ انصار زبیر محمدی، شیخ ہارون محمدی، شیخ نثار احمد مدنی، شیخ خلیل سنابلی، شیخ الطاف الرحمن سلفی، ڈاکٹر عبدالکریم علیگ، عبیدالرحمن بھائی، وقار بھائی، شیخ عامر رحمانی، شیخ شاہ فہد سنابلی، شیخ ابوحسان مدنی وغیرہم کی شرکت نے مجلس کو چار چاند لگا دیا تھا۔

سب سے زیادہ جو چیز نمایاں تھی وہ مسابقے کی شفافیت ومعیاریت تھی، چست اور بے لچک نظام تھا، پہلے دن کے دس پارے کے مسابقے میں وقت کی تنگی دامنگیر ہوئی تو جلدی میں نمٹانے کی بجائے بچوں کو روک کر دوسرے دن بھی ان کا مقابلہ رکھا گیا، مسابقے کیلئے

بنائے گئے ضابطوں کے ساتھ کمپرومائز بالکل نہیں کیا گیا، درمیان میں کچھ سفارشات آئیں لیکن امیر محترم نے کہا کہ حکم صاحبان کی صوابدید پر منحصر ہے، کسی بھی طرح کی ادنی بے ضابطگی بھی نہیں ہونی چاہیئے، دوسرے دن رات ڈیڑھ بجے تک مسابقہ جاری رہا، مجموعی طور پر مسابقہ معیاری اور مثالی تھا، مسابقہ کرانے والوں کیلئے شفافیت قائم رکھنے کیلئے صوبائی جمعیت کا خاکہ بہت مفید رہیگا۔

20/تاریخ بروز اتوار تین زمروں میں مقابلہ تھا،20 پارہ، مکمل قرآن اور ناظرہ قرآن کے مقابلے کی باری تھی، ناشتے کے بعد مقابلہ شروع ہوا، سکون، نظم، ترتیب، حسب سابق تھی، قرعہ اندازی کے ذریعے ناموں کا انتخاب، سوالات میں توازن اور درجہ بندی، کچھ سوالات آسان، پھر مشکل سوالات اور پھر وہ سوالات جو امتیاز در امتیاز کی کسوٹی کا رول ادا کرتے ہیں، بہت باریکی سے شرکاء کے حفظ، تجوید، ادائیگی، پختگی، لہجہ اور اتقان کو پرکھا جارہا تھا، صبح 9/بجے سے مقابلہ رفتہ رفتہ چلتا رہا، ایک ایک طالب کو اچھی طرح جانچ اور ٹٹول کر دیکھا جاتا رہا، مقابلے کے دوران ضرورت کے تحت چائے اور بسکٹ کا اہتمام وافر انداز میں تھا، طلبہ اور مہمانان کی کوئی تفریق نہیں تھی، دو دن تک معقول ناشتے اور کھانے اور دیگر ضروریات کی فراہمی بڑی وسعت قلبی سی کی گئی تھی، مدارس کے طلبہ کی دلجوئی کیلئے انتظامی سہولیات میں کہیں کوئی کمی یا تشنگی محسوس نہیں ہوئی۔

شیخ عبدالحکیم مدنی مدیر "الجماعۃ" کی خدمات مسابقہ کیلئے قابل ستائش ہیں، کوئی بھی بڑا کام اپنے نظم، ترتیب، کامیابی کیلئے طویل منصوبہ بندی، غور وفکر، حسن تدبیر، جانفشانی کا متقاضی ہوتا ہے، الحمدللہ صوبائی جمعیت کی ٹیم نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، وقت کے ساتھ انتھک محنت تھی، دو ماہ پہلے سے مسابقے کیلئے سرگرمیاں شروع ہوگئی تھیں، مدارس سے رابطے، ناموں کا اندراج، پیپر ورک، حکم صاحبان کا انتخاب، مسابقے کا عملی خاکہ، مراحل، انعامات کی تفصیل جیسے امور پر غور وخوض اور عمل درآمد بہت محنت طلب اور مشقت طلب کام تھا لیکن جب عزم راسخ اور حوصلے بلند ہوں تو مشکلات کی دشوار گذار گھاٹیاں طے ہوجاتی ہیں، شیخ عبدالجلیل مکی حفظہ اللہ کی تگ ودو قابل تعریف ہے، مسابقے میں انتظامات کا جائزہ لینا اور مہمانان کا خیال رکھنا آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا، شیخ سرفراز فیضی حفظہ اللہ نے مسابقے کو انجام تک پہونچانے کیلئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں، شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ مسابقے کے روح رواں تھے، آپ کی کڑی نگرانی میں ہر زمرے میں کارروائی چل رہی تھی، آپ نے ایک ایک چیز کو بڑی سلیقگی سے برتا تھا، شیخ نصیر رحمانی نے اول روز سے کلیدی رول ادا کیا ہے، دونوں دن ریکارڈنگ اور پروگرام کے نشر کا پورا نظام مع رفقاء سنبھال رکھا تھا اور بحسن وخوبی انجام دیا، شیخ ایوب اثری، شیخ رفیع اللہ سلفی ودیگر موظفین وعمال جمعیت وغیرہم **حفظهم الله** اخیر تک محاذ پر ڈٹے رہے، کہتے ہیں جب سپہ سالار حوصلوں اور امنگوں سے بھرپور ہو تو لشکر میں نشاط کی برقی لہر دوڑ جاتی ہے، یہ احساس ذمے داری اور فرض شناسی ہوتی ہے، یہ رب کی بارگاہ میں جوابدہی کا دھڑکا ہوتا ہے، مسجد کے ذمے داران اور نوجوانان مسابقے کیلئے وقف تھے، اپنے تن بدن اور آرام وسکون کا ذرا بھی خیال نہ تھا، جو حکم ملتا تعمیل کیلئے حاضر رہتے، مجموعی طور پر مسابقہ کامیاب تھا، مثالی اور دوررس اثرات کا حامل تھا، بے شک منظر عام پر مسابقے میں خوبیوں کے ساتھ کچھ شاق گذرنے والی باتیں بھی ہوجاتی تھیں، کمزور طلبہ اور کم تیاریوں کے منظر عام پر آجانے پر بعض دل ملول اور افسردہ ہونگے، اسے مثبت اور تعمیری رخ سے دیکھنے کی ضرورت ہے، یہی واقعہ تو کمیوں کی طرف اصلاح کیلئے ہماری توجہ مبذول کراتا ہے، شعبۂ تحفیظ میں پائے

جانے والے سقم کا تدارک کراتا ہے،خوب سے خوب تر کی راہ پر ہمیں گامزن کرتا ہے،احتساب نفس ترقی یافتہ قوموں کا شیوہ ہے، زندہ قومیں کبھی تنقید سے گھبراتی نہیں ہیں، بلکہ اس میں خیر کی متلاشی ہوتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، **رحم الله امرأ أهدى الى عيوبى**؛ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو میرا عیب مجھے ہدیہ کرے، ہمارے سلف کمیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو دعائیں دیتے تھے، ان شاء اللہ صوبائی جمعیت کا مسابقہ مدارس کے طلبہ کیلئے ترقی، بہبود اور خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنے گا، طلبہ میں جذبۂ منافست پروان چڑھائے گا، تعلیمی واخلاقی نکھار لائیگا، ممتاز طلبہ کو حوصلہ ملے گا اور کمزور طلبہ میں کچھ کر گذرنے کی تحریک پیدا ہوگی، ایک خطیر سرمایہ خرچ کرنے کے بعد بھی اگر مقصد حاصل نہ ہو تو مسابقہ لاحاصل ہے، اس لئے امید کی جاتی ہیکہ اہل مدارس جمعیت کے اس اقدام کو بنظر تحسین دیکھیں گے اور اس تعمیری کام کو سپورٹ کریں گے، صوبائی جمعیت نے مسابقے کے تمام پہلوؤں پر کڑی نظر رکھی ہے، امیر محترم نائب امیر، نائب ناظم نظر جمائے ہوئے تھے، بہت باریکی سے جزئیات کا دراسہ کر رہے تھے، جو خلل نظر آیا ہے اور جو قابل اصلاح چیزیں ہیں، ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی، لوگوں کے ملاحظات بھی زیر غور ہیں، یہ پہلا مسابقہ تھا، ہزار جتن کے باوجود بتقضائے بشریت کچھ معمولی چیزیں رہ جاتی ہیں کیونکہ کامل صرف اللہ کی ذات ہے، انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، اللہ جمعیت وجماعت کو قوم وملت کیلئے اسی طرح خدمت کرنے کی توفیق دے اور حاسدوں کے نظر بد سے بچائے۔ آمین۔

صوبائی جمعیت کا قافلہ رواں دواں ہے

مکرمی فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی خیریت طرفین نیک مطلوب

محترم! آپ کا مراسلہ ۱۶ / اگست ۲۰۲۳ء کو باصرہ نواز ہوا، بڑی خوشی ہوئی۔ جامعات ومدارس کے تین سو سے زائد طلبہ کا تعلیمی انعامی مقابلہ جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا (ویسٹ) میں ۱۹-۲۰ / اگست سنیچر واتوار منعقد کیا گیا۔ یہ بہت اچھی پیش رفت اور مستحسن اقدام ہے جو طلبہ کو محنتی بنانے اور آگے بڑھنے میں مدد ومعاون ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ، آپ نے یاد فرمایا، یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ کا فضل ہے جماعت وجمعیت نے اس دیرینہ خادم کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ وقت قلیل، سفر طویل اور رفیق سفر کی ضرورت سدِ راہ بن گئی۔ ایک اکلوتا فرزند خانگی امور کی ساری ذمے داریاں مزید زراعت، ورنہ ضرور بالضرور حاضر ہوتا، عدم حاضری پر معذرت خواہ۔

امیر محترم حفظہ اللہ کی قیادت میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا قافلہ ماشاء اللہ منزل بہ منزل رواں دواں ہے۔ کتابوں کی اشاعت ہو یا دعوت وتبلیغ، دروس ومحاضرات یا تعلیمی مسابقات یا اصلاح بین الناس یا سماجی ورفاہی کوششیں، صوبائی جمعیت کی خدمات

تمام گوشوں کومحیط ہیں۔جزاکم اللہ خیراً

امیر محترم حفظہ اللہ کی مکہ مکرمہ کی عالمی کانفرنس میں شرکت جماعت کی مقبولیت اور وقار و اعتبار کا آئینہ اور گوناگوں خدمات کا اعتراف ہے۔بہت بہت مبارکباد،زاداللہ شرفاً وفضلاً،آمین۔

امیر محترم حفظہ اللہ کی دین کی تئیں فکرمندی،مسلک سلف کی غیرت وحمیت،خواص وعوام خورد وکلاں کی اصلاح وتربیت اور دینی کتب کی فراہمی قابل داد وتحسین ہے،فللہ الحمد۔

محترم فاضل گرامی !علمی ودعوتی میدان میں آپ کی جد وجہد اور مخلصانہ قلمی تعاون سے نایاب اور عظیم الشان کتابیں منظر عام آئیں،ماشاءاللہ صوبائی جمعیت کے لئے یہ اللہ ذوالجلال والاکرام کی عظیم نعمت ہے۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ،اللھم زد فزد،آمین۔

محترم!''طالب علم کا زیور'' زیر مطالعہ ہے، بہت مفید کتاب ہے، اللہ اسے نافع خلائق بنائے۔کتاب کے مولف (رحمہ اللہ)، مترجم،ناشر اور سبھی معاونین کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

ہمارے مربی وکرم فرما امیر محترم حفظہ اللہ وآں محترم ودیگر جملہ اسٹاف،علماء ودعاۃ کو بہت بہت سلام عرض ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو بصحت وعافیت شاد وآباد رکھے،آمین۔ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

محتاج دعا جماعت کا دیرینہ خادم: خاکسار محمد سعید احمد بستوی (۲۱/۸/۲۰۲۳ء)

محمد سعید احمد بستوی

کلمات شکر واحسان

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ أما بعد!

میں سب سے پہلے اللہ رب العالمین کا بے حد وحساب شکر بجالاتا ہوں کہ جس کی توفیق وتائید سے ہمیں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے منعقد کردہ مسابقۃ القرآن بعنوان ''تعلیمی انعامی مقابلہ'' میں شرکت کا موقع ملا۔اللہ عزوجل کے شکر کے بعد میں شکریہ ادا کرتا ہوں محترم جناب فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ وتولاہ کا جنھوں نے ہمیں اس مبارک پروگرام میں بحیثیت ممتحن وحکم مدعو کرکے عزت بخشی۔اور نہ صرف یہ کہ مدعو کیا بلکہ ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث: ''**من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه**'' کا عملی نمونہ پیش کرکے ہمیں بہت متاثر کیا۔ہم نے دیکھا کہ شیخ اپنی نجی گاڑی میں بھی خود تنگی کے ساتھ بیٹھتے اور اپنے مہمان کو کشادگی کے ساتھ اگلی سیٹ پر جگہ دیتے کہ خود اس مہمان یعنی عبدالرحمن کو شرمندگی محسوس ہونے لگتی مگر ہم بھی مرتے کیا نہ کرتے اس شرمندگی کو اپنے دل ہی میں چھپا کر اس ڈر سے بیٹھ جاتے کہ کہیں معمولی اظہار سے بھی شیخ محترم کو ان کے اپنے تنگی کے ساتھ بیٹھنے سے بھی زیادہ تکلیف نہ ہوجائے۔کیونکہ شیخ محترم کے سلوک سے ایک ہی دن میں اس بات کا اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین ہوگیا تھا کہ شیخ کو اپنی ذات کو تنگی میں ڈالنا تو گوارہ ہے لیکن ان کے مہمان کو ذرہ بھر بھی کسی تنگی کا احساس ہوجائے یہ شیخ کو ہرگز گوارہ نہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ حفظہ اللہ اوران سے تعلق رکھنے والے، نیز جمعیت اہل حدیث ممبئی سے منسوب سبھی حضرات چاہے وہ شیخ عبدالجلیل مکی ہوں، شیخ رفیع اللہ سلفی ہوں، شیخ سرفراز اور بھائی شعیب سبھی کی عمروں میں برکت نصیب فرما کران سے دین کا کام لیتارہےاورصوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کودن دونی رات چوگنے ترقی نصیب فرمائے۔آمین تقبل یارب العالمین۔

عبدالرحمن ثابت ندوی (جامعہ اسلامیہ سنابل، دہلی)

کلمات تشکر وامتنان

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم. أما بعد:

قارئین کرام! صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیراہتمام منعقد ہونے والے عظیم الشان تعلیمی انعامی مقابلہ میں شریک ہونے کا موقع ملا، دلی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی تعلیمی وتربیتی اور دعوتی واصلاحی خدمات کوقبول فرمائے اور جمعیت کے ذمہ داروں اوران کے معاونین کومزید دینی خدمات کرنے کی توفیق اورانہیں دینی خدمات کا بہترین صلہ دنیاوآخرت میں عطافرمائے۔(آمین ثم آمین)

میں اپنی طرف سے اور جامعہ سلفیہ بنارس کے ذمہ داران واساتذہ کرام خاص طور سے محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب حفظہم اللہ کی طرف سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے تمام ذمہ داران اور معاونین بطور خاص فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی ؍ حفظہ اللہ کودل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سبھوں کی خدمات کوقبول فرمائے اور آج کے اس تعلیمی انعامی مقابلہ کوقوم وملت کے لئے خیروبرکت اورمفید سے مفید تر بنائے، میں اللہ تعالیٰ کے بعد صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں بحیثیت حکم آنے کی دعوت دی۔فجزاکم اللہ خیراوأحسن الجزاء۔

قاری عبدالرحیم سلفی (جامعہ سلفیہ، بنارس)

پررونق محفل

سب سے پہلے ہم اللہ رب العزت کا شکر گزار ہیں کہ رب کائنات نے ہمیں اس پررونق محفل میں قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے، سننے اور سنانے کے سنہرے مواقع فراہم کئے۔

پھر رب العزت کی شکر گزاری کے بعد صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کے تمام ذمہ داران اورارا کین کا تہہ دل کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں خصوصیت کے ساتھ امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی ؍حفظہ اللہ کا جو ہمہ وقت ہمارے ساتھ رہے، ہماری چھوٹی بڑی ضرورتوں کو پورا کیا پھر ہم فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ؍حفظہ اللہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے قدم قدم پر ہماری

رہنمائی کی اور ہمت افزائی کی۔

پھر مسجد کے تمام ذمہ داران کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے نظم ونسق کا بہترین نمونہ پیش کیا۔اسی طرح فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی رحفظہ اللہ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے مسابقے میں کچھ ملاحظات مندرجہ ذیل ہیں: (۱) منتخب شدہ طلباء اگر مسابقے میں شرکت کئے ہوتے تو ایک دن کافی تھا۔ (۲) اگر مسابقے کو ۲ یا ۳ مراحل میں تقسیم کئے ہوتے تو کیا ہی شاندار اور دلچسپ ہوتا۔

اس پر زور دینے کی اشد ضرورت ہے۔

اِن شاء اللہ، جب آئندہ مسابقہ کمیٹی کی تشکیل دی جائے تو ہندوستانی پیمانے پر رکھا جائے اور مشہور ومعروف مدارس کے طلبہ کے مابین مسابقہ ہو، اسکا فائدہ اور ثمرہ تمام امت مسلمہ پر ہوگا۔

قاری ابوبکر امین عمری صاحب (مدیر مدرسہ بلال لتحفیظ القرآن، چنئی)

قرآن کے مراجعہ کا ایک بہترین موقع

گزشتہ 19 و 20 راگست کو جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے حفظ وتجوید اور حفظ کتاب التوحید کا ایک تعلیمی انعامی مسابقہ منعقد ہوا۔مختلف زمروں میں صوبہ مہاراشٹرا کے متعدد مدارس سے تقریبا تین سو طلبہ علم نے اس مسابقہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جامعہ اسلامیہ نور باغ ممبرا کے طلبہ بھی الحمدللہ شریک مسابقہ رہے۔میں ذاتی طور پر اس مسابقے میں شریک تمام طلبہ کو مبارکبادی پیش کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ انھیں دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

اس طرح کے مسابقے تعلیمی ترقی کے لئے بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔ممتاز طلبہ اسی بہانے بہت سارے اہم متون یاد کر لیتے ہیں، حفاظِ قرآن کو مراجعہ واتقان کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔اور اگر پوزیشن بھی حاصل ہوگئی، نقدی انعامات بھی مل گئے تو نور علی نور ہے۔ویسے قرآن کریم کا مراجعہ اور نئے متون کا حفظ کرنا ہی اصل اور حقیقی انعام ہے۔یہ ایسا انعام ہے جو طالب کو مسابقہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مل چکا ہوتا ہے، اور یہی چیز بعد میں بھی اس کے ساتھ باقی رہنے والی ہے۔مسابقہ منعقد کرنے کا اصل مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔

گزشتہ 19 اگست کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوت پر مسابقہ میں شریک اپنے جامعہ کے طلبہ کے ساتھ علی الصباح جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا پہنچ گیا۔وہاں پر صوبائی جمعیت کے ذمہ داران پہلے ہی والہانہ استقبال کے لئے موجود تھے، اور نہایت پر تپاک انداز میں آنے والے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔ایسی محفلوں میں شرکت کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سارے ایسے اہل علم سے ملاقات ہوجاتی ہے جن سے ملاقات کی ایک زمانے سے خواہش ہوتی ہے۔ویسا ہی یہاں بھی ہوا۔بہت سارے ایسے اہل

علم سے ملاقات ہوئی جن سے ملاقات کو میں اپنے لئے باعث شرف سمجھتا ہوں۔ یہ علم دوست حضرات ہیں، منہج سلف کی ترویج واشاعت میں کوشاں رہتے ہیں، اوراس کی طرف انتساب کواپنے لئے شرف سمجھتے ہیں۔ایسے مشائخ سے ملاقات دلوں کوسکون پہنچاتی ہے، اورعلمی میدان میں کچھ کرگزرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

تمام مہمانوں کے لئے چائے ناشتے کا بہترین انتظام تھا۔ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکرہم مسجد کے بالائی حصے میں پہنچے جہاں کتاب التوحید کے مسابقے میں شریک طلبہ اورمتعلقہ ذمہ داران پہلے سے موجود تھے۔مسابقہ کمیٹی کی طرف سے مجھے اس زمرے کے لجنۃ التحکیم کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔تقریبا نو بجے مسابقہ شروع ہوا۔مسابقہ شروع کرنے سے پہلے باقی دونوں حکم صاحبان (فضیلۃ الشیخ جناب ریاض سلفی، وفضیلۃ الشیخ جناب عبدالجبار سلفی حفظہما اللہ) سے مشورے کے بعد ہم نے دو کام کئے۔

پہلا کام یہ کیا کہ تمام شریک طلبہ کے رول نمبر کا قرعہ نکالا، تاکہ قرعہ میں جب جس طالب کا نام نکلے وہ اسٹیج پر تشریف لائے، اور ممتحنین کے سوالوں کا جواب دے۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کرسکتا کہ فلاں جامعہ کے طلبہ کوشروع میں ہی بلایا گیا، یا فلاں کوسب سے آخر میں، جس سے ان کی کارکردگی پر فرق پڑا۔بعد میں بے شمار مشائخ نے اس اقدام کی کھلے لفظوں میں تعریف کی، اور دوسرے زمروں میں بھی اسی نظام کو لاگو کرنے کی سفارش کی۔ میں درخواست کروں گا کہ مستقبل میں ذمہ داران کی طرف سے ہی تمام زمروں میں اس طرح کا نظام ہوجس سے حتی الامکان تمام جامعات کے طلبہ کے لئے آسانی پیدا کی جاسکے۔مجھے قوی امید ہے کہ جمعیت کے دوراندیش ذمہ داران اہل علم کی طرف سے موصول ہونے والے مشوروں پرضرورغوروفکر کریں گے، اور مستقبل میں اور بھی بہترین انداز میں اس مبارک سلسلے کو جاری رکھیں گے۔

ہم نے دوسرا کام یہ کیا کہ کتاب التوحید کو تینوں حَکَم کے مابین تین حصوں میں تقسیم کردیا۔ پہلے حکم کو کتاب کے آخری حصے سے سوال کرنے کی ذمہ داری دی گئی، اور دوسرے حکم کو کتاب کے وسط سے۔اگرکوئی طالب پہلے دونوں سوالوں کے جواب سے قاصر رہے تو اس سے تیسرا سوال نہیں کیا گیا، اور اسٹیج سے رخصت کردیا گیا۔اس طرح سے مسابقہ کمیٹی کا کافی وقت بچا، اور جس مسابقے کوذمہ داران کسی بھی طرح رات تک ختم کرنے کی گزارش کررہے تھے وہ ظہر کی اذان سے عین پہلے ہی بہ حسن وخوبی اختتام کو پہنچ گیا۔واللہ الحمد۔

آخر میں اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس علمی مسابقے میں شرکت کی توفیق دی۔ ساتھ ہی مسابقہ کمیٹی کے تمام ذمہ داران کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے اس لائق سمجھا، اور یہ عزت بخشی۔مسابقہ کو کامیاب بنانے کے لئے جی توڑ محنت کرنے، تمام مہمانوں کی کماحقہ خدمت کرنے، اور کتاب التوحید جیسے اہم متن کا انتخاب کرنے کے لئے بھی وہ شکریے کے مستحق ہیں، اس سے ان کی منہجی غیرت بھی جھلکتی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ انھیں یہ مبارک سلسلہ ہرسال جاری رکھنے کی توفیق دے۔ایں دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد۔

د/فاروق عبداللہ نراین پوری (جامعہ اسلامیہ نورباغ، کوسہ، ممبرا، ممبئی)

قابلِ ستائش پیش رفت

طالبانِ علوم دینیہ کے اندر ایک تعلیمی بیداری وجذبہ پیدا کرنے کی غرض سے 19-20/اگست 2023ء مطابق 1-2/صفر 1445ھ بروز سنیچر واتوار جامع مسجد اہلحدیث کا پڑیا نگر کرلا میں صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کی جانب سے ایک عظیم الشان تعلیمی انعامی مقابلہ منعقد ہوا، جس میں ممبئی واطراف ممبئی کے جامعات ومدارس کے طلبہ بڑی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔مجھ ناچیز (عبدالجبار انعام اللہ سلفی) کو بھی زمرہ پنجم "کتاب التوحید نصوص وترجمہ" میں بحیثیت حکم شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

بحمد اللہ پروگرام ہر اعتبار سے کامیاب رہا، انتظام وانصرام بڑا عمدہ رہا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ امیر جمعیت شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنی پوری ٹیم کے ساتھ از اول تا آخر مصروف عمل رہے اور لوگوں کو کسی طرح کی کوئی کمی محسوس نہ ہونے دیا۔اس پر وہ اوران کی پوری ٹیم قابلِ مبارکباد اور لائق صد ستائش ہیں۔

چونکہ ممبئی سطح پر یہ پہلا بڑا انعامی مقابلہ تھا اس لئے طلباء کے اندر کچھ کوتاہیاں ضرور نظر آئیں لیکن اس سے ان کو ایک حوصلہ ضرور ملا ہے، مسابقوں میں شرکت کی ایک راہ ہموار ہوئی ہے، سوال کرنے اور جواب دینے کا سلیقہ وطریقہ معلوم ہوا ہے۔جس کی بنیاد پر آئندہ وہ اس میں اور بھی زیادہ محنت ولگن اور دلچسپی کے ساتھ شریک ہونے کی کوشش کریں گے۔ان شاء اللہ۔شرط یہ ہے کہ جامعات ومدارس کے ذمہ داران اور اساتذہ بھی اس جانب بھر پور توجہ دیں۔

اللہ تعالیٰ صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کے ذمہ داران اور ممبران وکارکنان حضرات کو اس عظیم کاز کا بھر پور صلہ عطا فرمائے اور مزید اس طرح کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق دے۔(آمین)

عبدالجبار انعام اللہ سلفی (جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

اپنی نوعیت کا دوروزہ منفرد پروگرام

مورخہ ۱۹/اگست ۲۰۲۳ء بروز سنیچر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوت پر کرلا کا پڑیا نگر کی جامع مسجد میں منعقد ہونے والے تعلیمی انعامی مسابقہ (زمرۂ پنجم حفظ متن کتاب التوحید) میں بحیثیت حکم شریک ہونے کا موقع نصیب ہوا۔واقعی یہ اپنی نوعیت کا دوروزہ منفرد پروگرام تھا، اس سے طالبان علوم نبوت اور حاملین قرآن کے شوق کو مہمیز ملی اور انکے علمی جذبات کو انگیخت، اہل مدارس کو اپنے کمزور پہلوؤں پر سنجیدہ غور وفکر کا موقع میسر آیا، مسابقہ جاتی ماحول کو تقویت ملی اور طلبہ کے علمی معیار کی بلندی کے لئے اسکی ضرورت کو یقینی خیال کیا گیا۔ذمہ داران جمعیت اور اس سے والہانہ جذبہ رکھنے والے علما ومتحرک نوجوانوں کی کوششوں اور حسن انتظام کو دیکھ کر غایت درجہ مسرت ہوئی۔پروگرام کی تنظیم وتنسیق، امتحانات میں شفافیت کی پرزور کوششیں، پرکشش اور بھاری بھرکم انعامات کی یقین دہانی، مہمانوں کی عمدہ قسم کی ضیافت، کھانے پینے کی سہولیات اور پورے پروگرام کو کیمرے میں قید کرنے نیز افادۂ عامہ کی خاطر لائیو

نشر کا اہتمام یہ سب قابل ستائش اعمال ہیں۔ چونکہ یہ مثالی مسابقہ اپنی نوعیت کا پہلا مسابقہ تھا اس لئے بعض کوتاہیوں کا در آنا عین ممکن تھا۔ چنانچہ ذمہ داران جماعت کی زرف نگاہی اور دور بینی مشاہدات کو دیکھتے ہوئے امید واثق ہے کہ مستقبل میں مزید بہتری کی باوقار کوششیں کی جائیں گی۔ اِن شاءاللہ اللہ تعالیٰ اس نیک عمل کو قبول کرتے ہوئے دوام کی توفیق بخشے، اور تمام معاونین و ذمہ داران جماعت کو سعادت دارین عطا کرے۔ (آمین)

ریاض احمد سلفی (استاذ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

ننھے طلباء کے مظاہرے نے بہت متاثر کیا

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ بعد!

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے ۱۹-۲۰/اگست ۲۰۲۳ء کو منعقد ہونے والا عظیم الشان تعلیمی انعامی مقابلہ ''حفظ وتجوید مع سوالات تجوید اور ناظرہ قرآن مع تطبیق قواعد تجوید'' طلبہ وحفّاظ میں بیداری لانے والا ثابت ہوگا۔ اِن شاءاللہ

راقم کو ''ناظرہ قرآن مع تطبیق قواعد تجوید'' میں بطور ممتحن کے بھی حاضری کا موقع ملا۔ ''مع تطبیق قواعد تجوید'' کی شرط نے حکمت کے ساتھ فروغ علم تجوید میں اہم رول ادا کیا۔ طلبہ نے اس اعتبار سے تیاری کے ساتھ شرکت کی۔ ننھے منھے طلبہ کے مظاہرے نے بہت زیادہ متاثر کیا۔ اس میں ۸۰/سے زائد طلبہ شریک ہوئے۔ طلبہ کے مظاہرے اور انتظامیہ کے نظم نسق نے آخر تک نشاط میں کوئی کمی واقع نہیں ہونے دی۔

کسی بھی پروگرام کی مکمل کامیابی کے لئے انتظام وانصرام کا بہتر ہونا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ذمہ داران جمعیت اہل حدیث ممبئی کو جنھوں نے قیام وطعام اور پروگرام کے چلانے کا متاثر کن انتظام کیا۔ ذکر کرتا چلوں کے ملک کے بڑے بڑے اداروں سے ممتاز قراء کو حکم کے طور پر مدعو کیا۔

اللہ تعالیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ میں نے دیکھا کہ بزرگی کے باوجود جوان حوصلوں کے ساتھ صبح سے دیر رات تک انتظام میں لگے رہتے۔ پھر صبح ہی صبح حاضر ہوجاتے۔ آگے کے لئے ضروری چیزوں کا نظم پہلے ہی کر لیتے تا کہ کہیں کوئی کمی نا رہ جائے۔ اسی طرح شیخ عبدالحکیم مدنی صاحب، شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب، شیخ سرفراز فیضی صاحب حفظہم اللہ اور جملہ ذمہ داران وکارکنان کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ مستقبل میں بھی مزید بہتری کے ساتھ کام کرنے کی ہمت، حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

حفظ الرحمن محمد رفیق (جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں)

علمی تأصیل کا انوکھا تجربہ

صوبائی جمعیت اہلحدیث کے زیر اہتمام انعامی تعلیمی مسابقہ میں شرکت کا موقع ملا۔ اپنی نوعیت کا انتہائی کامیاب تجربہ رہا۔ مہمان نوازی بھی اعلی درجہ کی تھی۔ سکن واعاشہ کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔

جماعت جہاں بروقت، ہر وقت اور ہمہ جہت عوام میں دعوتی تدین کی فکر رکھتی ہے وہیں مدارس کے طلباء میں علمی تاصیل کا یہ انوکھا تجربہ دیکھ کر کافی خوشی ہوئی جس میں قرآن مجید کے حفظ وتجوید سے لیکر کتاب التوحید جیسی شہرآفاق کتاب پر مسابقہ رکھا گیا۔ اس طرح کے مسابقات مدارس اسلامیہ کے طلبا میں منہج واصول کی شناخت وساخت کو برقرار رکھنے کے لئے انتہائی ناگزیر ہیں۔

مسابقہ کی برکت سے کئی اداروں کے ذمہ داران سے ملاقات اور باہمی تعارف کی فضا بھی دیکھی گئی۔ اللہ رب العالمین سبھی ذمہ داران، محسنین اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ اور ہم سب کو دین اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

د: **سفیان عبدالعزیز قاضی** (استاد عقیدہ جامعہ محمدیہ کوکن)

ایک عظیم اور نفع بخش مسابقہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے ایک عظیم اور نفع بخش مسابقہ 19-20/اگست کو جماعت کی خوبصورت اور وسیع مسجد مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا ویسٹ میں منعقد ہوا، مسابقہ کئی زمروں پر مشتمل تھا۔

ناظرہ قرآن میں بطور حکم مجھ کو بھی مدعو کیا گیا تھا، یہ میرے لئے باعث سعادت ہے، مسابقے کی تیاری میں حد درجہ محنت اور سوجھ بوجھ سے کام لیا گیا ہے، حسن انتظام وانصرام، مشارکین وحاضرین کے لئے قیام وطعام کا بہترین بندوبست، صفائی ستھرائی پر خصوصی توجہ، مسابقے کی حسن ترتیب اور ذمہ داران وکارکنان کی شفقت ونرم دلی الغرض ہر انتظام اور ہر عمل لائق تحسین اور قابل ستائش ہے۔

ایک اہم خوبی جو وہاں دیکھنے میں آئی وہ یہ کی باہر سے آنے والے تمام مہمانان کے لئے ناشتے اور چائے پانی کا بھرپور انتظام اور ذمہ داران وکارکنان کا ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملاقات دل کو بھا جانے والے اعمال ہیں۔

اس طرح کے مسابقات کے ذریعے طلبہ کے اندر حصول علم کا شوق اور حفظ متون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس لئے امید ہے کہ آئندہ بھی اس طرح کے پروگرام صوبائی جمعیت کی جانب سے منعقد کئے جائیں گے، تاکہ حصول علم کے تئیں طلبہ کا شوق وذوق پروان چڑھتا رہے۔

اللہ رب العزت امیر محترم، ذمہ داران وکارکنان اور اس مسابقہ میں کسی بھی طرح سے تعاون پیش کرنے والوں کی جہود وخدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ان کے عزم وحوصلہ میں استقامت پیدا کرے، کتاب وسنت سے محبت اور ان کی نشر واشاعت کا یہ جذبہ سدا قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

حافظ عبدالاحد عبدالأول فیضی (استاذ مرکز امام بخاری تلولی ممبئی)

جماعتی خبریں

الحمدللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے تمام شعبہ جات کے تحت ممبئی وکوکن اور مہاراشٹرا کے علاقوں میں سرگرم عمل ہے، اس کے دعاۃ وعلماء کرام کا سب سے اہم عمل دعوت وتبلیغ کا مشن اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جاری وساری ہے۔ فللہ الحمد

8-9 جولائی 2023 بر توز سنیچر، اتوار جامعہ سنابل کی جامع مسجد ابوبکر صدیق جوگا بائی، نئی دہلی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی، مدنی رحفظہ اللہ نے دو اہم موضوع "اعتدال اور وسطیت سلفی منہج کا بنیادی امتیاز" اور "سلفی منہج کے بعض لازمی اصول وضوابط" پر خطاب کیا۔ واضح ہو کہ دوسرے موضوع پر خطاب مسجد ابن القیم، شاہین باغ میں ہونا طے پایا تھا لیکن موسم کی خرابی کی بنیاد پر اس میں تبدیلی کر دی گئی اور جامع مسجد ابوبکر صدیق جوگا بائی ہی میں پروگرام رکھا گیا جہاں جامعہ اسلامیہ سنابل کے طلبہ واساتذہ کے ساتھ وہاں کے قرب وجوار کے عوام نے بھی استفادہ کیا۔ آپ کا سفر دعوتی اعتبار سے یادگار سفر ثابت ہوا۔

28/29/30 جولائی بروز جمعہ، سنیچر، اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی، مدنی حفظہ اللہ نے گجرات کا دعوتی سفر کیا جس میں اعلی والی مسجد، بھوج، کچھ گجرات میں "راہ سلف کی عظمت اور منحرف افکار" کے موضوع پر جمعہ کا خطبہ دیا اور 29/جولائی بروز سنیچر مدرسہ محمدیہ ورنورہ گجرات میں بچوں کے تعلیمی مظاہرہ میں شرکت کی اور طلبہ واساتذہ اور عوام الناس کو بڑی ہی اہم نصیحتیں کیں۔ اور بھاؤ کھا سماں کی مسجد میں نوجوانوں کا مقام اور ان کی ذمہ داریوں کے موضوع پر اہم خطاب پیش کیا۔ نیز 30/جولائی بروز اتوار کو دورہ تدریبیہ میں شریک علماء ودعاۃ کے لیے دو اہم محاضرے پیش کئے اس طرح یہ دورہ بھی کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

اس کے علاوہ ''جدید مناہج کی حقیقت'' مسجد حسن رائل گارڈن ممبرا، ''شرح حدیث جبرئیل'' مسجد اہل حدیث اقصیٰ چیتا کیمپ ٹرامبے، ''عقیدہ وسنت کے متعلق سلف کے اقوال'' مسجد بائیکلہ جماعت اہل حدیث، مومن پورہ ممبئی اسی طرح مسجد اہل حدیث سیلیش نگر ممبرا و مسجد اہل حدیث میرا روڈ وغیرہ کے تمام دروس تزک واحتشام کے ساتھ ہنوز جاری ہیں۔

9/جولائی بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث ومدرسہ الصفا شانتی نگر، گوونڈی ممبئی میں شیخ سرفراز فیضی رحفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے شرکت کی اور عوام الناس سے خطاب کیا۔

23/جولائی بروز اتوار مسجد اہل بائیکلہ اہلحدیث جماعت، مومن پورہ ممبئی کے ماہانہ اجتماع میں شیخ سرفراز فیضی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے "صحابہ کرام کے اختلاف اور اہل سنت کا منہج" کے موضوع پر اہم خطاب پیش کیا جس سے شرکاء اجلاس بھرپور استفادہ کیا۔

اسی طرح 28/29/30 جولائی تین دن کے دعوتی دورے میں شیخ سرفراز فیضی رحفظہ اللہ نے بالترتیب 28/جولائی خطبہ جمعہ مسجد میر امتیاز علی، نظام آباد تلنگانہ میں، 29/جولائی ایم پھولے فنکشن ہال پتھری میں ''عشق کا فتنہ'' جیسے حساس موضوع پر خطاب اور بعد نماز عشاء مسجد سید ساداد، مین روڈ، پتھری میں ''صحابہ'' کے موضوع پر اہم خطاب فرمایا۔ اسی طرح 30/جولائی بروز اتوار بصریٰ

مسجد، ہلال کالونی، عارف کالونی اورنگ آباد میں جمعیت اہل حدیث اورنگ آباد کے زیر نگرانی ایک دینی اجتماع سے ''صحابہ کرام کے آپسی اختلافات اور اہل سنت کا موقف'' پر خطاب کیا جس سے عوام نے خوف فائدہ اٹھایا۔اسی طرح سیرت خلفائے راشدین سیریز الحمدللہ ہلائی، گھانچی جماعت خانہ، پائیدھونی ممبئی میں جاری وساری ہے۔

10/جولائی بروز اتوار بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث محمدیہ، کمہار واڑہ، مسلم نگر دھاراوی میں شیخ ایوب اثری حفظہ اللہ (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) نے وہاں کے ہفتہ واری پروگرام میں شرکت کی اور اپنے مواعظ حسنہ سے عوام الناس کو فائدہ پہنچایا گیا۔

9/جولائی بروز اتوار سے جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا میں بعد نماز عصر یومیہ دروس کا سلسلہ جاری ہے جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی کا روزآنہ مختلف موضوعات پر درس ہوتا ہے جس سے مصلیان بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

30/جولائی 2023 بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد حسن رائل گارڈن، کوسہ ممبرا میں صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کے زیر اہتمام اور امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں ایک دینی اجتماع منعقد ہوا جس میں عالم اسلام کی علمی شخصیت فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ) نے "قلب سلیم اور اس کے علامات واوصاف" جیسے اہم موضوع پر مدلل خطاب کیا۔اسی طرح دکتور فاروق عبداللہ نرائن پوری، مدنی حفظہ اللہ (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ کوسہ، ممبرا) نے "صحابہ کرام کا مقام ومرتبہ اور ہم پر ان کے حقوق جیسے اہم موضوع پر بہترین خطاب پیش کیا۔جس سے قرب وجوار کے لوگوں نے خوب استفادہ کیا۔

5/اگست 2023ء بروز سنیچر مسجد بائیکلہ اہل حدیث مومن پورہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی ایک روزہ اجتماع سے شیخ ظفر الحسن مدنی رحفظہ اللہ نے خطاب فرمایا اس طرح 6/اگست 2023ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث ڈیشوزہ کمپلیکس میں شیخ موصوف کا خطاب ہوا اور 7/اگست بروز پیر مسجد تقوی وسئی میں آں محترم نے اہم خطاب پیش کیا۔آخری دونوں پروگراموں میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔

13-14/اگست 2023ء بروز اتوار و پیر مکہ مکرمہ کی عالمی کانفرنس بعنوان ''تواصل وتکامل'' میں صوبائی جمعیت کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے ہندوستان کے دیگر مؤقر علماء کرام کے ساتھ شرکت کی اور اپنے تاثرات پیش کئے۔

15/اگست بروز منگل بعد نماز مغرب تا ۱۰/بجے شب جامع مسجد اہل حدیث ومدرسہ رحمانیہ گوونڈی ممبئی کے ایک دینی واصلاحی اجتماع میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی حفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''آزادی ایک اہم نعمت'' کے موضوع پر خطاب پیش کیا۔

ماہ محرم کی مناسبت سے محرم الحرام سیریز کے نام سے یوٹیوب چینل پر شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی وشیخ سرفراز فیضی حفظہما اللہ کے مختصر دروس کا ویڈیو بھی اپلوڈ کیا گیا اس کے علاوہ عالمی پیمانے پر سوشل میڈیا کے ذریعہ یومیہ حدیث پوسٹر وامیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ وشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ کے جمعہ کے خطبات ودیگر اجتماعات کے خطابات کا ویڈیو وآڈیو کلپ یوٹیوب ودیگر سوشل سائیٹس پر تسلسل کے ساتھ اپلوڈ کئے جا رہے ہیں جس سے کافی لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے تعلیمی انعامی مسابقہ:

قرآن کریم کی تلاوت، حفظ وتجوید اوراس کے معانی میں دلچسپی پیدا کرنے، مسلم بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق دلانے، امت کو کتاب وسنت سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرنے نیز حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مکاتب ومدارس میں علم تجوید کی تدریس کا اہتمام پیدا کرنے کی غرض سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے شہر ممبئی، تھانہ، پال گھر اور اضلاع کوکن کے جامعات اور مکاتب ومدارس کے طلبہ کے لئے ایک سنہری موقع فراہم کیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ پروگرام 19-20 ؍اگست بروز سنیچر اتوار بمقام جامع مسجد اہلحدیث کا پڑیا نگر کرلا ویسٹ ممبئی میں بحمد للہ انعقاد پذیر ہوا جس میں ممبئی ومہاراشٹرا وکوکن کے 29 جامعات ومدارس اور مکاتب سے تقریباً تین سو سے زائد طلبہ شریک ہوئے۔اس تعلیمی انعامی مقابلہ کو حسب ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا:

1۔زمرہ اول: مکمل قرآن مجید حفظ مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرات۔

اس میں کل 31 بچوں نے حصہ لیا ہے۔

2۔زمرہ دوم: 20 پارہ قرآن مجید حفظ مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرات۔

اس میں کل 23 بچوں نے حصہ لیا ہے۔

3۔زمرہ سوم: 10 پارہ قرآن مجید حفظ مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرات۔

اس میں کل 99 بچوں نے حصہ لیا ہے۔

4۔زمرہ چہارم: ناظرہ قرآن مکمل مع تجوید ومخارج۔

اس میں کل 81 بچوں نے حصہ لیا ہے۔

5۔زمرہ پنجم: حفظ متن "کتاب التوحید" از شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تمیمیؒ مع ترجمہ۔

اس میں کل 73 بچوں نے حصہ لیا ہے۔

تمام زمروں میں ممتحن وحکم کی حیثیت سے ہندوستان کے بڑے ومرکزی اداروں وجامعات کے اساتذہ کو مدعو کیا گیا تھا۔

نتائج تعلیمی انعامی مقابلہ ۲۰۲۳ء

(انعامی مقابلہ کمیٹی)

زمرہ اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت

نمبر شمار	نام	ادارہ	پوزیشن
1	عکاشہ بدرالدین	مسجد ومدرسہ رحمانیہ، گوونڈی	اول
2	ابوسفیان قمرالدین	مرکز الامام البخاری، تلولی	دوم
3	شوکت عالم اشفاق عالم	مرکز الامام البخاری، تلولی	سوم

زمرہ دوم: حفظ وتجوید بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت

نمبر شمار	نام	ادارہ	پوزیشن
1	عبدالعلیم عبدالمالک	مرکز الامام البخاری، تلولی	اول
2	فواد شمشاد عالم	جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں	دوم
3	محمد حماد عبدالحنان	جامعۃ التوحید، بھیونڈی	سوم

زمرہ سوم: حفظ وتجوید دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت

نمبر شمار	نام	ادارہ	پوزیشن
1	عابدالرحمن سجادالرحمن	جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں	اول
2	محمد زید سراج احمد صدیقی	جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں	دوم
3	سیف الدین عبدالوہاب	جامعۃ التوحید، بھیونڈی	سوم

زمرہ چہارم: ناظرہ قرآن مع تطبیق قواعد تجوید

نمبر شمار	نام	ادارہ	پوزیشن
1	محمد سعد اسرار احمد خان	الجامعۃ الاسلامیہ، کوسہ، ممبرا	اول
2	محمد بلال اسرار احمد خان	الجامعۃ الاسلامیہ، کوسہ، ممبرا	دوم
3	عثمان عبداللہ انصاری	مدرسہ سلفیہ، جامع مسجد مومن پورہ	سوم

زمرہ پنجم: حفظ نصوص کتاب التوحید مع ترجمہ

نمبر شمار	نام	ادارہ	پوزیشن
1	محمد مفضل عرفان احمد	الجامعۃ الاسلامیہ، کوسہ، ممبرا	اول
2	اسامہ عبدالقادر	الجامعۃ الاسلامیہ، کوسہ، ممبرا	دوم
3	سجاد احمد نذیر احمد	جامعۃ التوحید، بھیونڈی	سوم

تعلیمی انعامی مقابلہ میں خصوصی انعام حاصل کرنے والے طلبہ

- بشیر اللہ حزب اللہ (مرکز الامام البخاری، تلولی)
- عبداللہ محمد نسیم شیخ (جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ)
- عبداللہ عبدالحکیم نزول (مرکز الامام البخاری، تلولی)
- حسان عبدالرحیم خان (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)
- ابراہیم رفیق انصاری (مدرسہ سلفیہ، جامع مسجد مومن پورہ)
- قاسم مجیب اللہ شیخ (مدرسہ دار التربیۃ الاسلامیہ، ممبرا)
- اخلاق عبدالرشید خان (جامعہ محمدیہ مہسلہ)
- امجد علی رحمت علی (جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)
- حماد شمشاد (جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں)
- ہشام عبدالحق خان (مدرسہ الفاروق، وسئی پھاٹا، پالگھر)
- محمد ثاقب محمد نسیم (مسجد و مدرسہ رحمانیہ، گوونڈی)
- عفان احمد ریاض احمد خان (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)
- عبداللہ ریاض الدین خان (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)
- عبدالہادی عبدالحفیظ خان (جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ)
- ایجاب الحق عین الحق (جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ)

نوٹ: مزید ۱۲۰/ شریک مقابلہ طلبہ کو تشجیعی انعامات سے نوازا گیا۔ فللہ الحمد والمنۃ

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
September-October 2023

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com